خانقاہ امدادیہ اشرفیہ : گلشن اقبال کراچی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو مَیں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخُ العرب والعجم عارف باللہ مجدّدِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السُّنّہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

کتاب کا نام : ذکر اللہ کے ثمرات

ازافادات : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مرتب : جناب صوفی بشیر احمد بھایا صاحب

تاریخ اشاعت : ۱۱؍صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۴؍نومبر ۲۰۱۵ء بروز منگل

زیرِ اہتمام : شعبۂ نشر واشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر واشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

ذکر اللہ کے ثمرات

ذکر اللہ کیا ہے اور ذکر اللہ سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فَاذْكُرُوْنِيْٓ کی تفسیر بِالْاِطَاعَةِ سے فرمائی اور اَذْكُرْكُمْ کی تفسیر بِالْعِنَايَةِ سے فرمائی یعنی تم ہم کو یاد کرو اطاعت سے، ہم تمہیں یاد رکھیں گے عنایت سے۔[۱] اس تفسیر سے یہ اشکال حل ہو جاتا ہے کہ کیا نعوذ باللہ حق تعالیٰ مخلوق کو بھول جاتے ہیں جبکہ ان کے لیے نسیان محال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مجرمین کو بھی یاد رکھتے ہیں مگر عتاب کے ساتھ اور مقبولین کو یاد رکھتے ہیں عنایت کے ساتھ۔ حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاذْكُرُوْنِيْ بِالطَّاعَةِ قَلْبًا وَّقَالِبًا ، فَيَعُمُّ الذِّكْرَ بِاللِّسَانِ وَالْقَلْبِ وَالْجَوَارِحِ (فَالْأَوَّلُ) اَلذِّكْرُ بِاللِّسَانِ اَلْحَمْدُ وَالتَّسْبِيْحُ وَالتَّحْمِيْدُ وَقِرَاءَةُ كِتَابِ اللهِ تَعَالٰى (والثانى) اَلْفِكْرُ فِيْ الدَّلَائِلِ الدَّالَّةِ عَلَى التَّكَالِيْفِ وَالْوَعْدِ وَالْوَعِيْدِ وَفِيْ الصِّفَاتِ الْاِلٰهِيَّةِ وَالْأَسْرَارِ الرَّبَّانِيَّةِ (والثالث) اِسْتِغْرَاقُ الْجَوَارِحِ فِيْ الْأَعْمَالِ الْمَأْمُوْرِ بِهَا خَالِيَةً عَنِ الْأَعْمَالِ الْمَنْهِيِّ عَنْهَا ، وَلِكَوْنِ الصَّلَاةِ مُشْتَمِلَةً عَلٰى هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ سَمَّاهَا اللهُ تَعَالٰى ذِكْرًا فِيْ قَوْلِهٖ: فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللهِ ، وَقَالَ أَهْلُ الْحَقِيْقَةِ: حَقِيْقَةُ ذِكْرِ اللهِ تَعَالٰى أَنْ يَّنْسٰى كُلَّ شَيْءٍ سِوَاهُ[۲]

تم لوگ مجھ کو یاد کرو طاعت سے یعنی قلب سے اور قالب سے بھی۔ پس ذکر عام ہے خواہ زبان سے ہو یا قلب سے ہو یا جوارح سے ہو۔ (فالاوّل) پس اوّل ذکر لسانی ہے جو شامل ہے تسبیح

۱۔ القرآن:۱/۸۶، البقرۃ (۱۵۲)، ایچ ایم سعید

۲۔ روح المعانی:۲/۱۹، البقرۃ (۱۵۲)، دار احیاء التراث، بیروت

وتحمید و قرأتِ کلام اللہ وغیرہ پر۔(والثانی)اور ثانی اللہ کی مخلوق میں غور و فکر کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت اور ان کی ربوبیت کے اسرار منکشف ہوں۔(والثالث)اور تیسرا یہ کہ اپنے اعضاء سے اللہ تعالیٰ کے احکام بجالائے اور ان کو نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ پس اللہ کا ذکر ان تینوں قسموں پر شامل ہے۔اہلِ حقیقت نے بیان فرمایا ہے کہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی محبت غالب ہو جائے اور ماسوی اللہ کی محبت مغلوب ہو کر کالعدم ہو جائے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آئے

اسی حقیقت کا نام تبتُّل شرعی ہے۔ جیسا کہ بیان القرآن میں تحریر ہے کہ تبتُّل نام ہے تعلق مع اللہ کا تعلق ماسوی اللہ پر غالب ہو جانا، نہ کہ ترکِ تعلقاتِ ضروریہ کا۔ جیسا کہ جوگیانِ ہند اور جہلائے صوفیا نے سمجھا ہے۔

اذکار و وظائف کا مقصد

ارشاد فرمایا کہ دین صرف تسبیح گھمانے کا نام نہیں۔ وظائف کا مقصد ہے کہ باریک باریک گناہ نظر آنے لگیں۔ وظائف اسی لیے بتائے جاتے ہیں کہ یہ استعداد پیدا ہو جائے۔ ورنہ اگر اللہ اللہ تو کر رہے ہیں لیکن گناہوں سے کوئی پرہیز نہیں تو ایسے وظیفے بالکل بے کار ہیں کیوں کہ ان کا مقصد تو حاصل ہی نہیں ہوا۔ موٹے موٹے گناہ کا علم تو ہر شخص کو ہوتا ہے حتّٰی کہ خود گناہ گار جانتا ہے کہ یہ گناہ ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ باریک باریک گناہ نظر آنے لگیں اور ان سے بچنے کا اہتمام طبیعت میں پیدا ہو جائے۔

مفہومِ ذکر اللہ جل شانہٗ (تفسیر روح المعانی کی روشنی میں)

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۫ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ [۳]

۳؎ اٰل عمرٰن:۱۳۵

اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں (دوسروں پر) زیادتی ہو یا (کوئی گناہ کرکے خاص) اپنی ذات پر نقصان اُٹھاتے ہیں تو (معًا) اللہ تعالیٰ کی عظمت اور عذاب کو یاد کرلیتے ہیں۔ پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں (یعنی اس طریقہ سے جو معافی کے لیے مقرر ہے کہ دوسروں پر زیادتی کرنے میں ان اہلِ حقوق سے بھی معاف کرائے اور خاص اپنی ذات کے متعلق گناہ میں اس کی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرانا دونوں میں مشترک ہے) اور (واقعی) اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو۔

(رہا اہلِ حقوق کا معاف کرنا سو وہ لوگ اس کا اختیار تو نہیں رکھتے کہ عذاب سے بھی بچالیں اور حقیقی بخشش اسی کا نام ہے) اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار نہیں کرتے اور وہ (ان باتوں کو) جانتے (بھی) ہیں (کہ فلاں کام ہم نے گناہ کا کیا اور یہ کہ توبہ ضرور ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ غفّار ہے۔ مطلب یہ کہ اعمال کی بھی درستی کرلیتے ہیں اور عقائد بھی درست رکھتے ہیں۔)

صدورِ معاصی کے بعد ذَکَرُوا اللّٰہَ سے مراد

ارشاد فرمایا کہ صدورِ معاصی کے بعد ذَکَرُوا اللّٰہَ سے مراد حسبِ ذیل ہے:

۱) اَیْ تَذَکَّرُوْا حَقَّہُ الْعَظِیْمَ وَوَعِیْدَہٗ اللہ تعالیٰ کا حقِ عظیم کو اور اس کی وعید کو یاد کرتے ہیں۔

۲) ذَکَرُوا الْعَرْضَ عَلَیْہِ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی پیشی کو یاد کرتے ہیں۔

۳) ذَکَرُوْا سُؤَالَہٗ عَنِ الذَّنْبِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اپنے گناہوں سے متعلق قیامت کے دن کے مؤاخذہ کو یاد کرتے ہیں۔

۴) ذَکَرُوْا نَھْیَہٗ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ کے منع فرمانے کو یاد کرتے ہیں۔

۵) ذَکَرُوْا غُفْرَانَہٗ اللہ تعالیٰ کی شانِ مغفرت کو یاد کرتے ہیں۔

۶) ذَکَرُوْا جَمَالَہٗ فَاسْتَحْیَوْا اللہ تعالیٰ کے جمال کو یاد کرکے شرمندہ ہوجاتے ہیں کہ ہم نے غیر اللہ کی طرف کیوں توجہ کی اور غیر اللہ سے کیوں دل لگایا۔ آفتاب کے ہوتے ہوئے فانی چراغوں سے دل کا بہلانا نورِ آفتاب کی ناشکری ہے۔

۷) ذَکَرُوْا جَلَالَہٗ فَھَابُوْا اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمتِ شان کو یاد کرتے ہیں پس ہیبت زدہ ہوجاتے ہیں۔

۸) ذَكَرُوْا ذَاتَهُ الْمُقَدَّسَةَ عَنْ جَمِيْعِ الْقَبَائِحِ, وَأَحَبُّوا التَّقَرُّبَ إِلَيْهِ بِالْمُنَاسَبَةِ بِالتَّطْهِيْرِ مِنَ الذَّمَائِمِ[۴] اور یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو اور محبوب رکھتے ہیں اس کی طرف تقرب کو بذریعہ اخلاقِ ذمیمہ کی طہارت سے۔

حقیقی ذکر کیا ہے؟

ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ یاد تو کرتے ہیں لیکن صرف زبان سے۔ اصل یاد یہ ہے کہ زبان اور دل دونوں ساتھ دیں۔ جب اللہ کہو تو زبان بھی ہل جائے اور دل بھی ہل جائے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ اللہ کی عبادت کے ساتھ گناہوں سے بھی حفاظت ہو۔ اصل ذکر یہ ہے کہ ان کو ناراض نہ کرو۔ پھر دیکھو ان شاء اللہ ایسا مزہ پاؤ گے، ایسا مزہ پاؤ گے کہ اختر کو یاد کرو گے۔ دنیا میں کچھ مزہ نہیں ہے، دنیا بالکل مردہ ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے:

اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَّلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرَ اللهِ وَمَا وَالَاهُ اَوْ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا[۵]

دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے لیکن اِلَّا سے استثنا ہے کہ جو چیزیں اللہ کی یاد میں معین ہیں وہ دنیا نہیں ہیں جیسے یہ مجلسِ احباب ہے۔ اب یہ درخت، یہ پانی، یہ فضا، یہ ماحول قابلِ قدر ہے کیوں کہ اس ماحول میں اللہ کی محبت سیکھی جارہی ہے، یہ ماحول ہماری آخرت کے لیے مفید ہے اس لیے یہ دنیا نہیں ہے۔

کثرتِ ذکر سے کیا مراد ہے؟

ارشاد فرمایا کہ کثرتِ ذکر سے مراد یہ ہے کہ پورا جسم یعنی قالب و قلب ہر وقت خدا کی یاد میں رہے۔ کوئی عضو کسی وقت نافرمانی میں مبتلا نہ ہو۔ کان سے کسی وقت نافرمانی نہ ہو، غیبت نہ سنے، ساز و موسیقی نہ سنے، آنکھوں سے کسی نامحرم عورت کو نہ دیکھے، اگر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لے اور اگر ذرا دیر ٹھہرا لے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے، دل میں گندے خبیث خیالات نہ لائے یعنی ہمہ وقت اس کی ہر سانس خدا پر فدا ہو اور ایک سانس

---

۴ روح المعانی: ۶۰/۴، اٰل عمرٰن (۱۳۵)، دار احیاء التراث، بیروت

۵ سنن ابن ماجة: ۴۳۹/۱، باب مثل الدنیا، المکتبة الرحمانیة

بھی وہ اللہ کو ناراض نہ کرے اور اگر کبھی خطا ہو جائے تو رو رو کر اللہ کو راضی کرے اس کا نام ہے کثرتِ ذکر۔ یہ نہیں کہ تسبیح ہاتھ میں ہے اور عورتوں کو دیکھ رہے ہیں۔ کوئی کرسچین گاہک آگئی ٹانگ کھولے ہوئے تو زبان پر سبحان اللہ ہے اور نظر اس کی ٹانگ پر ہے۔ یہ ذکر نہیں ہے کہ زبان پر اللہ اللہ اور جسم کے دوسرے اعضا نافرمانی میں مشغول۔ اگر جسم کا ایک عضو بھی نافرمانی میں مبتلا ہے تو یہ شخص ذاکر نہیں ہے۔ ذکر، اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کا نام ہے۔

ذکر میں غرق فی النور ہونا مطلوب ہے

ارشاد فرمایا کہ کثرتِ ذکر سے مراد صرف ذکرِ لسانی نہیں ہے بلکہ ذکر سے مراد یہ ہے کہ قلب و قالب، اعضاء و جوارح، ظاہر و باطن سب تابع فرمانِ الٰہی ہوں۔ اسی پر اطمینانِ قلب موعود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[۶] خوب کان کھول کر سن لو کہ دلوں کا اطمینان صرف اللہ کی یاد میں ہے۔ صاحبِ تفسیرِ مظہری نے بِذِکْرِ اللّٰہِ کی تفسیر فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ کی ہے یعنی اتنا کثرت سے اللہ کو یاد کرے کہ ذکر کے نور میں غرق ہو جائے کَمَا تَطْمَئِنُّ السَّمَکَۃُ فِی الْمَاءِ لَا بِالْمَاءِ[۷] جیسا کہ مچھلیاں بِالْمَاءِ نہیں فِی الْمَاءِ سکون پاتی ہیں یعنی پانی کے ساتھ نہیں بلکہ پانی میں غرق ہو کر سکون پاتی ہیں مثلاً اگر کسی مچھلی کا پورا جسم پانی میں ڈوبا ہو لیکن سر یا جسم کا کوئی تھوڑا سا حصہ پانی سے باہر ہو تو وہ بے چین ہو گی اور اس کی حیات خطرے میں ہو گی۔ اسی طرح مومن جب سر سے پیر تک نورِ ذکر میں غرق ہوتا ہے تو اطمینانِ کامل پاتا ہے اور اگر کوئی عضو بھی ذکر سے غافل یا اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہے تو اس کا قلب بے چین اور حیاتِ ایمانی خطرہ میں ہو گی۔ پس بِذِکْرِ اللّٰہِ سے مراد فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ ہے جس کا حاصل غرق فی النور ہونا ہے یعنی اللہ کو اتنا کثرت سے یاد کرے کہ ذکر میں غرق ہو جائے۔

ہم ذکر میں ڈوبے جاتے ہیں
وہ دل میں سمائے جاتے ہیں

ذکر سے غرق فی النور ہونا مطلوب ہے جس کی تائید مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہے:

۶؎ الرعد:۲۸

۷؎ التفسیر المظھری:۱۰/۲۶۱، الفجر(۲۶)

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّمِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّفِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لَحْمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَّفِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا[۸]

ترجمہ: اے اللہ! عطا فرما میرے دل میں نور اور میری بینائی میں نور اور میری شنوائی میں نور اور میری داہنی طرف نور اور میرے بائیں طرف نور اور میرے پیچھے نور اور میرے سامنے نور اور عطا فرما میرے لیے ایک خاص نور اور میرے اعصاب میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میرے پوست میں نور اور میری زبان میں نور اور میرے نفس میں نور بنا اور مجھے نورِ عظیم عطا فرما اور مجھے سراپا نور بنادے اور کردے میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور۔ یااللہ! مجھے نور عطا فرما۔

اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نورِ او در یمن و یسر و تحت و فوق
بر سرم بر گردنم مانندِ طوق

اللہ کا نور میرے دائیں بائیں نیچے اوپر ہے اور میرے سر اور گردن میں مانند طوق ہے۔

حدیث اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ کی عجیب تشریح

ارشاد فرمایا کہ حدیثِ پاک میں اہل اللہ کی تعریف میں آتا ہے:

اِذَا رُأُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ[۹]

یعنی جب ان کو دیکھا جاتا ہے تو اللہ یاد آجاتا ہے۔ اس کا کیا راز ہے؟ کیوں کہ کثرتِ ذکر کی برکت سے ان کے چہرے میں، آنکھوں میں، رگوں میں اور رگوں کے دورانِ خون میں اور ان

۸؎ صحیحُ البخاری: ۲/۹۳۵ (۶۳۴۹)، باب الدعاء اذا انتبہ من اللیل، المکتبۃ المظھریۃ

۹؎ سنن ابن ماجۃ: ۴۴۰ (۴۱۱۹)، باب من لا یؤبہ لہ، المکتبۃ الرحمانیۃ / التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف: ۳۱۷

کے بال بال میں اللہ کا نور داخل ہو جاتا ہے اور وہ اس نور کے حامل ہوتے ہیں جو اس دعا میں مذکور ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا...الخ پس اللہ والوں کو دیکھنا گویا انوارِ الٰہیہ کا مشاہدہ کرنا ہے تو پھر ان کو دیکھ کر کیوں اللہ نہ یاد آئے گا۔

ذکر کا مطلب

ارشاد فرمایا کہ ذکر کے کیا معنٰی ہیں۔ حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں کے فَاذْکُرُوْنِیْ یعنی تم مجھ کو یاد کرو اور یاد کیسے کروگے؟ بِالْاِطَاعَۃِ میری اطاعت کرو۔ اگر ماں باپ بیمار ہیں تو اپنی نفلیں، تلاوت اور وظیفے چھوڑ کر جاؤ اور ان کے لیے دوا لاؤ۔ اس وقت یہی اللہ کا ذکر ہے۔ بیوی بیمار ہے اور دوا اس لیے نہیں لاتے کہ آپ مراقبہ میں آسمان پر بیٹھے ہیں۔ اگر آسمان پر بٹھانا ہوتا تو زمین پر کیوں پیدا کرتے؟ اس وقت فوراً جا کر اس کے لیے دوا لاؤ، ورنہ اگر مراقبہ میں رہے تو دس جگہ ڈھنڈورا پیٹے گی کہ خبردار! صوفیوں سے نکاح مت کرنا، یہ آنکھ بند کر کے عرش پر رہتے ہیں، فرش والوں کا حق جانتے ہی نہیں، ہم بیمار تھے تو وہ مراقبہ میں آنکھ بند کر کے مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ پھر صوفیوں کے لیے آپ مشکل کر دیں گے اور ان کا نکاح مشکل ہو جائے گا۔ ایسے وقت میں بندوں کا حق ادا کرو، ماں باپ کی دوا لاؤ، بیوی بچوں کے لیے دوا لاؤ۔ ایسے وقت میں یہی ذکر ہے، یہی عبادت ہے۔ ذکر دراصل اطاعت کا نام ہے۔ اس لیے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اور جملہ مفسرین متقدّمین و متأخّرین نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے جس کو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں نقل فرمایا کہ فَاذْکُرُوْنِیْ تم ہم کو یاد کرو۔ کس طرح؟ بِالْاِطَاعَۃِ میری اطاعت و فرماں برداری سے اَذْکُرْکُمْ میں تم کو یاد کروں گا۔ کس بات سے؟ بِالْعِنَایَۃِ اپنی عنایت سے۔[۱] حضرت نے تفسیری جملہ ایک جگہ بِالْاِطَاعَۃِ بڑھا دیا اور ایک جگہ بِالْعِنَایَۃِ جس سے آسانی سے بات سمجھ میں آ گئی کیوں کہ یاد تو اللہ تعالیٰ سب کو رکھتا ہے، خدا بھولتا نہیں ہے، کافر، نافرمان، بدمعاش، قاتل، ڈاکوؤں کو بھی یاد کرتا ہے لیکن غضب اور قہر کے ساتھ یاد کرتا ہے اور جو فرماں بردار ہیں ان کو اپنی رحمت اور عنایت کے ساتھ یاد کرتا ہے، اُن پر اپنی رحمت کی بارش کرتا ہے۔

---

[۱] بیان القرآن: ۸۶/۱، البقرۃ (۱۵۲)، ایچ ایم سعید

ذَکَرُوا اللّٰہَ کی پانچ تفسیریں

ارشاد فرمایا کہ ذَکَرُوا اللّٰہَ کی پانچ تفسیریں ہیں: پہلی تفسیر ہے ذَکَرُوْا عَظْمَتَہٗ وَوَعِیْدَہٗ جب اللہ کے خاص بندوں سے کوئی خطا ہو جاتی ہے تو اللہ کی عظمت اور اس کی وعید کو یاد کرتے ہیں۔ دوسری تفسیر ہے ذَکَرُوْا عَرْضَ عَلَیْہِ اللہ کے حضور اپنی پیشی کو یاد کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ پوچھے گا کہ تم جس کوٹھڑی میں چھپ کر گناہ کر رہے تھے وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَ مَا کُنْتُمْ[۱۱] وہاں میں بھی تھا وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَکُمْ وَمَثْوٰکُمْ[۱۲] جب شہر میں بس اسٹاپوں پر سے گزرتے ہوئے تم لڑکیوں کے اسکولوں کے سامنے کھڑے ہو کر جو بدنگاہی کرتے تھے تو تمہارا تَقَلُّبُ فِی الْبِلَادِ شہروں میں چلنا پھرنا بھی خدا دیکھ رہا تھا اور مَثْوٰکُمْ جب تم اپنی قیام گاہوں میں چھپ کر گناہ کر رہے تھے تو بھی خدا تمہیں دیکھ رہا تھا۔ تیسری تفسیر ہے ذَکَرُوْا سُوَالَہٗ بِذَنْبِھِمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ان پر اللہ تعالیٰ کے سوالات کا خوف طاری ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ پوچھیں گے کہ دنیا میں کیا کیا اعمال کیے۔ چوتھی تفسیر ہے ذَکَرُوْا جَلَالَہٗ فَھَابُوْا اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کو یاد کرتے ہیں اور خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور پانچویں تفسیر ہے ذَکَرُوْا جَمَالَہٗ فَاسْتَحْیَوْا اللہ تعالیٰ کے جمال کو یاد کرتے ہیں اور شرمندہ ہو جاتے ہیں کہ جو حوروں کا خالق ہے وہ خود کیسا ہوگا؟

تیرے سوا معبودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا موجودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مشہودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
اب تو رہے بس تادمِ آخر وردِ زباں اے میرے اللہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

---

[۱۱] الحدید:۴
[۱۲] محمد:۱۹

ذکر اللہ کی اہمیت و فضائل و ثمرات

حق تعالیٰ کا ذکر دل کے تالوں کے لیے کنجی ہے

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف کی دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ أَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ[۱۳]

اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالوں کو اپنے ذکر کی کنجی سے کھول دیجیے۔

اس دعا میں اشارہ ہے کہ ہر دل میں نسبت مع اللہ اور تعلق مع اللہ کی صلاحیت اور دولت موجود ہے اور وہ ذرّہ درد سیل بند دل میں پڑا ہوا ہے، ذکر اللہ کی برکت سے اس کی سیل ٹوٹتی ہے، لیکن کنجی جب ہی کام کرتی ہے جب کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور وہ مرشد اور شیخ ہے جس کی نگرانی اور تربیت اور توجہ اور دعا کے ساتھ ذکر اللہ کا اہتمام مفید ہوتا ہے۔

ذکر اور فکر کے برکات و ثمرات

(قرآنِ پاک اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں)

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ[۱۴]

اہلِ عقل وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔

آیت سے قبل لِاُولِی الْاَلْبَابِ ہے اور اہلِ عقل ہونے کی علامت اہلِ ذکر سے فرمائی گئی ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ قوتِ فکریہ کی صحت نورِ ذکر پر موقوف ہے لِاَنَّ الْعَقْلَ لَا یَفِیْ بِالْھِدَایَۃِ مَا لَمْ یَتَنَوَّرْ بِنُوْرِ ذِکْرِ اللہِ[۱۵]

[۱۳] کنزالعمال: ۶۹۹/۷ (۲۰۹۹۰)، الفصل الرابع فی الاذان والترغیب فیہ... الخ، مؤسسۃ الرسالۃ

[۱۴] اٰل عمرٰن: ۱۹۱

[۱۵] روح المعانی: ۱۵۹/۴، اٰل عمرٰن (۱۹۱)، دار احیاء التراث، بیروت

کیوں کہ عقل ہدایت کے لیے کافی نہیں جب تک اللہ کے ذکر کے نور سے منوّر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں ذکر کو فکر پر مقدم فرماکر مفکرین کو تنبیہ فرمادی کہ تمہاری فکر کا جمود ہمارے ذکر کی گرمی سے دور ہوگا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

این قدر گفتیم باقی فکر کن
فکر اگر جامد بود رَو ذکر کن

ذکر آرد فکر را در اہتزاز
ذکر را خورشید این افسردہ ساز

پس میں نے اس قدر بیان کردیا باقی فکر کرو اور اگر فکر میں جمود ہو تو ذکر کرو۔ ذکر قوتِ فکریہ کو حرکت میں لاتا ہے اور فکر افسردہ کو آفتابِ ذکر سے گرم کردو۔

تنبیہ: جو مفکرینِ اسلام ذکرُ اللہ سے غافل ہیں ان کی فکر پر اعتماد کرنا صحیح نہ ہوگا۔ جیسا کہ آیت مذکورہ سے تفسیر روح المعانی میں واضح کیا گیا ہے۔

علم اور ذکر کا تعلق

حق تعالیٰ نے اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے تعبیر فرمایا ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ [۱۷]

اگر تم کو علم نہیں ہے تو اہلِ ذکر سے سوال کرو۔ یعنی اہلِ علم سے۔

ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے تعبیر فرماکر اہلِ علم کو ذکر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ علماء کی خاص شان اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ غفلت ایک سانس کو بھی نہ ہو۔

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دَم مگر آواز نہیں ہے

---

[۱۷] النحل:۴۳

ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں اہلِ ذکر سے مراد علماء لکھا ہے اَلْمُرَادُ بِأَھْلِ الذِّکْرِ اَلْعُلَمَاءُ [کے] اور قرینہ لَا تَعْلَمُوْنَ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ جن سے سوال کیا جائے وہ اہلِ علم ہوں، ورنہ بے علم بے علم سے سوال کر کے کیا پائے گا؟ اور حضرت فرماتے تھے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی حدیث پر بخاری شریف کو ختم فرمایا تاکہ علماء صرف پڑھنے پڑھانے پر ہی اکتفاء نہ کریں بلکہ ذکر کے اہتمام سے اپنے مالک کا قرب حاصل کریں۔

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی

ذکر کے التزام سے ہوگی
فکر کے اہتمام سے ہوگی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ذکر کا نفع اہل اللہ کے ساتھ تعلق سے پورا نصیب ہوتا ہے۔ جیسے تلوار کاٹ تو کرتی ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

انعامِ ذکر

۱) اطمینان اور سکونِ قلب۔ ۲) شہوت کی مغلوبیت۔ ۳) حیاتِ حقیقی اور حیاتِ قلبی۔ ۴) دین پر ثبات اور استقامت اور ہمت میں ترقی اور مشکلات میں آسانی۔ ۵) قرب اور تعلق مع اللہ میں ہر آن ترقی۔

میں رہتا ہوں ہر وقت جنّت میں گویا
مرے باغِ دل میں وہ گل کاریاں ہیں

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

[کے] روح المعانی: ۱۴/۱۵۰، النحل (۴۳)، دار احیاء التراث، بیروت

۶) عنایاتِ الٰہیہ کی پیہم بارش ؎

جو دل پر ہم ان کا کرم دیکھتے ہیں
تو دل کو بہ از جامِ جم دیکھتے ہیں

۷) حسنِ خاتمہ و دخولِ جنّت۔

ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے

ارشاد فرمایا کہ ہمارے مرشد حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسی پیاری بات فرمائی۔ احقر عرض کرتا ہے کہ ہر مخلوق کے اسم اور مسمّٰی میں فاصلے ممکن ہیں۔ مثلاً ایک باپ اپنے بیٹے کا محبت سے نام لیتا ہے، لیکن اس کا بیٹا باپ سے ہزاروں میل دور ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کی یہ عجیب شان ہے کہ جہاں بھی ان کا نام لیا جاتا ہے وہاں ان کا مسمّٰی بھی موجود ہوتا ہے۔ وہ ایسے محبوبِ حقیقی ہیں کہ جن کے اسم اور مسمّٰی میں فاصلے نہیں ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

اللہ اللہ ذکر پاک نام دوست
اسمِ اعظم از برائے قربِ اوست

یعنی اسم ذات کا ذکر اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے اسمِ اعظم ہے۔

اللہ اللہ گو بِرَو تا سقفِ عرش

اللہ اللہ کہتے جاؤ اور صاحبِ عرش سے رابطہ قائم کرتے جاؤ۔

کثرتِ ذکر پر وعدۂ فلاح

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[۱۸]

اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

۱۸؎ الجمعۃ:۱۰

صاحبِ جلالین نے **تُفْلِحُوْنَ** کی تفسیر **تَفُوْزُوْنَ** سے کی ہے[۱۹] یعنی ذکر کی برکت سے دونوں جہاں میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ علامہ ابوزکریا محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں فلاح کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

لَيْسَ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ كَلِمَةٌ اَجْمَعُ لِخَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْهُ

نصیحت اور فلاح جیسا جامع لفظ کلامِ عرب میں موجود نہیں۔

اور فلاح کا مضمون بیان فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِالْفَلَاحِ جَمِيْعُ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ[۲۰]

لفظ فلاح سے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں مراد ہیں۔

ذکر اللہ کے انوار شہوتِ نفسانیہ کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اُذْكُرُوا اللهَ شاہِ ما دستور داد
اندر آتش دید و مارا نور داد

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے **اُذْكُرُوا الله** کا دستور عطا فرما کر تقاضائے شہوت کی پریشانیوں کا علاج بیان فرمادیا۔ یعنی شہوت کی آگ گناہوں سے نہیں بجھے گی بلکہ آگ میں آگ ڈالنے کے مترادف ہو گا۔ جیسا کہ دوزخ کا پیٹ دوزخیوں سے نہیں بھرے گا۔ پس ذکر اللہ کے نور سے ہی شہوت کی آگ بجھ سکتی ہے۔

ذکرِ قلبی کا ایک خاص انعام

ارشاد فرمایا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بخاری و مسلم کی روایت سے یہ حدیث قدسی نقل کرتے ہیں:

۱۹؎ جلالین: ۵۵۳، الجمعة (۱۰)، دار ابن کثیر

۲۰؎ شرح النووی علی مسلم: ۳۷/۲، باب بیان ان الدین النصیحة، المطبعة المصرية بالازهر

مَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ، وَمَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَأٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَأٍ خَیْرٍ مِّنْ مَّلَئِہٖ[۲۱]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مسلم کی روایت ذَکَرَھُمُ اللہُ فِیْ مَنْ عِنْدَہٗ کی شرح میں فرماتے ہیں:

اَیْ مُبَاھَاۃً وَّافْتِخَارًا بِھِمْ بِالثَّنَاءِ الْجَمِیْلِ عَلَیْھِمْ وَبِوَعْدِ الْجَزَاءِ الْجَزِیْلِ لَھُمْ عِنْدَ الْمَلَائِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَاَرْوَاحِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ[۲۲]

جماعت کے ساتھ ذکر کرنے والوں کے بارے میں حدیث مذکور کی شرح یہ ہے کہ ایسے بندوں کا ذکر اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین اور ارواح انبیاء کے سامنے بطور مباہات اور فخر کے ثناء جمیل اور وعدۂ جزاء جزیل کے ساتھ فرماتے ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ذکر پر کوئی اور انعام موعود نہ ہوتا تو یہی انعام کافی تھا کہ غلاموں کو مولیٰ یاد فرمائیں۔ یہ مالک کا کتنا بڑا کرم ہے۔ پھر اس کے ہوتے ہوئے ذکر میں کسی اور ثمرہ کی تلاش سالک کو نہ ہونی چاہیے۔ ھٰذِہٖ ثَمَرَۃٌ اَصْلِیَّۃٌ لِّلذِّکْرِ لَوِاسْتَحْضَرَھَا لَایَتَشَوَّشُ اَبَدًا اگر ذاکر اس اصلی ثمرہ کو مستحضر رکھے تو کبھی تشویش میں مبتلا نہ ہوگا۔

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

نگرانی قلب ذکر اللہ سے حاصل ہوتی ہے

ارشاد فرمایا کہ دل کو دنیا سے خالی رکھو، اپنے پروں کو پرواز کے لیے تیار

---

[۲۱] صحیح ابن حبان: ۲/۳۵-۳۶ (۳۲۸)، باب ما جاء فی الطاعات وثوابھا، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

[۲۲] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۴۹، باب ذکر اللہ عزوجل، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

رکھو، دنیا کے قید و بند سے فارغ رکھو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آج ہی ایسے بن جاؤ گے۔ ذکر سے رفتہ رفتہ یہ قوت پیدا ہو جائے گی۔ ذکر کرتے رہو ناغہ نہ ہونے پائے۔ اگر روٹی نہ کھاؤ تو جسم میں کمزوری آتی ہے کہ نہیں؟ روٹی کھاتے رہتے ہو تو جسم میں طاقت رہتی ہے۔ اگر محلہ میں کچھ دشمن ہوتے ہیں تو تمہارے چہرے کے سرخ و سفید رنگ کو دیکھ کر مغلوب رہتے ہیں اگرچہ دل میں بغض رکھتے ہوں لیکن اگر فاقہ ہو جائے تو دشمن چہرہ کو دیکھ کر پہچان لے گا کہ آج میاں میں دم نہیں ہے اور دو جھانپڑ لگائے گا۔ اسی طرح روح کی غذا ذکر اللہ ہے۔ جب تک یہ غذا پہنچتی رہتی ہے روح میں طاقت رہتی ہے۔ نفس و شیطان جو ہمارے دشمن ہیں مغلوب رہتے ہیں اور جیسے ہی روح کو فاقہ دیا، ذکر کا ناغہ کیا یہ پچھاڑ دیں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان سانپ کی طرح پھن پھیلائے بیٹھا ہے، جب تک بندہ اللہ کا نام لیتا ہے یہ پھن کو ہٹائے رہتا ہے، انتظار کرتا رہتا ہے کہ کب اس کا دل اللہ سے غافل ہو اور کب میں ڈسوں۔ لہٰذا قلب کو ہر وقت اپنے سامنے رکھو کہ اس میں غیر اللہ تو نہیں گھس رہا ہے۔ آنکھ بند کر کے دل میں سوچو کہ ہم یہ مدرسہ کیوں تعمیر کر رہے ہیں؟ کبھی اکیلے بیٹھ کر اپنے دل سے سوال کیا کرو کہ ہم کیوں پڑھا رہے ہیں؟ ہر شخص اپنے اپنے عمل کے بارے میں اپنے دل سے سوال کرے اور دیکھے کہ کیا جواب آتا ہے۔ اگر جواب آتا ہے کہ اللہ کے لیے کیا، تو شکر کرو اور اگر اور چیزیں نظر آئیں تو اخلاص مانگو۔ اگر نام و نمود، جاہ و عزت، لوگوں میں بڑا بننے کی خواہش دل میں ہے تو اللہ سے استغفار کرو۔

جو کوٹھڑی اندھیری ہو اور اس میں سانپ اور بچھو ہوں تو کیسے نظر آئیں گے؟ ابھی دیا سلائی جلا دو تو سب نظر آجائیں گے۔ اسی طرح دل کی ٹارچ ذکر اللہ ہے۔ دیا سلائی تو اندھیری کوٹھڑی کو روشن کرتی ہے لیکن ذکر دل کو روشن کرتا ہے۔ دیا سلائی کو اللہ کے نور سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ تو زمین و آسمان کا نور ہیں **اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ**[۲۳] اللہ کے نام کی برکت سے اور بزرگوں کی صحبت سے قلب نورانی ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ کرنے والے کو فوراً پتا چل جاتا ہے کہ قلب میں کس سوراخ سے کون سا سانپ داخل ہوا۔

۲۳؎ النور: ۳۵

مجلسِ ذکر کے فوائد

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّھُمَا شَھِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَّذْکُرُوْنَ اللہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلَآئِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللہُ فِیْ مَنْ عِنْدَہٗ[۲۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتی ہے تو ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتا ہے اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنے پاس والوں میں کرتے ہیں۔

سکینہ کی تفسیر

ارشاد فرمایا کہ سکینہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذاکرین کے قلوب میں عطا ہوتا ہے۔ أَیْ ھِیَ نُوْرٌ یَّسْتَقِرُّ فِی الْقَلْبِ وَبِہٖ یَثْبُتُ التَّوَجُّہُ إِلَی الْحَقِّ وَیَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّیْشِ فَیَزْدَادُوْا إِیْمَانًا مَّعَ إِیْمَانِھِمْ[۲۵] سکینہ ایک نور ہے جو قلب میں مستقل قائم رہتا ہے۔ اس نور کی برکت سے توجہ الی الحق قائم رہتی ہے اور ایسے لوگوں کا ایمان عقلی، استدلالی، موروثی ترقی کرکے ایمانِ ذوقی، حالی، وجدانی بن جاتا ہے۔ جس کو صوفیا ولایتِ خاصّہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

ذکر سے حیاتِ حقیقی عطا ہوتی ہے

وَعَنْ أَبِیْ مُوْسٰی قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ[۲۶]

ترجمہ: وہ شخص جو اللہ کا ذکر کرتا ہے مثل زندہ کے ہے اور جو ذکر نہیں کرتا مثل مردہ کے ہے۔

---

[۲۴] صحیح مسلم: ۲/۳۴۵، باب فضل الاجتماع علیٰ تلاوۃ القراٰن وعلی الذکر، ایچ ایم سعید

[۲۵] روح المعانی: ۱۱/۲۵، ذکرہٗ فی اشارات سورۃ التوبۃ، دار احیاء التراث، بیروت

[۲۶] مشکوٰۃ المصابیح: ۱۹۶، باب ذکر اللہ عزوجل، ایچ ایم سعید

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فِی الْحَدِیْثِ اِیْمَآءٌ اِلٰی اَنَّ مُدَاوَمَةَ ذِکْرِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ تُوْرِثُ الْحَیَاةَ الْحَقِیْقِیَّةَ الَّتِیْ لَا فَنَاءَ لَھَا[۲۷] اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت حقیقی زندگی سے آشنا کرتی ہے جس کو کبھی فنا نہیں ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

یعنی وہ شخص کبھی نہیں مرتا جس کا دل حق تعالیٰ کے عشق سے زندہ ہوگیا۔ جریدۂ عالم پر اس کا نقش غیر فانی ہوتا ہے۔

ذکر اللہ سے رتبۂ انسانیت کی معراج

ارشاد فرمایا کہ ایک بار مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھی۔ بعض ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے تھے اور بعض خشک کھالوں والے اور بعض صرف ایک کپڑے والے یعنی ننگے بدن، صرف ایک لنگی ان کے پاس تھی، لیکن اللہ کے ذکر کی برکت سے عند اللہ ان کا مقامِ قبولیت اتنا بلند تھا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حسب ذیل آیات نازل فرمائیں:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ[۲۸]

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اپنی ذاتِ گرامی کو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے کا پابند کیجیے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے پر اپنے دولت کدہ سے نکل کر ان لوگوں کی جستجو فرمائی۔ پس دیکھا کہ ایک جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمادیے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔[۲۹]

۲۷؎ مرقاة المفاتیح:۵/۱۳۸(۲۲۶۳)، باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ، دار الکتب العلمیة، بیروت
۲۸؎ الکھف:۲۸
۲۹؎ شعب الایمان للبیھقی:۱۳/۹۹(۱۰۰۱۲)، باب الزھد وقصر الامل، مکتبة الرشد

تربیتِ روحانی اور ذکر

ارشاد فرمایا کہ جسمانی غذا نگلنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ تمام بدن میں غذا بن کر پہنچ جاتی ہے، سفید بالوں کو سفید غذا، کالے بالوں کو کالی غذا۔ اسی طرح ذکر کرنے کے بعد یہ غذائے روحانی اللہ تعالیٰ کے فضل سے روح کو تربیت دے گی، آپ سے کچھ مطلب نہیں، جس طرح غذائے جسمانی کھانے کے بعد آپ سے کچھ مطلب نہیں۔

چین کی نگری

ارشاد فرمایا کہ آج لوگ سمجھتے ہیں کہ چین بیوی میں ہے، اولاد میں ہے، دوست احباب میں ہے، مال و دولت میں ہے، حکومت و سلطنت میں ہے، زمین و جائیداد میں ہے، تجارت و ملازمت میں ہے لیکن سب جانتے ہیں اور سب کا تجربہ ہے کہ ان چیزوں میں چین تلاش کرنے والے بے چین ہیں، ان کو سکون و قرار نہیں، اس بھری دنیا میں ان کا دل بڑا اجڑا سا ہے پھر آخر ایک انسان چین کہاں اور کس طرح پا سکتا ہے اس کا جواب قرآن مجید نے یہ دیا ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ [۳۰]

وہ لوگ جو ایمان لائے ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں۔

یعنی دنیا کی کسی چیز میں چین نہیں ہے، چین کی نگری تو اس دل میں بسی ہوئی ہوتی ہے جس دل کو تعلق مع اللہ ہوتا ہے اور جو دل اللہ کے ذکر اور اللہ کی یاد سے کسی لمحہ غافل نہیں رہتا۔

ارشاد فرمایا کہ دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ جب انسان کسی چیز سے یہاں اپنا دل جوڑ لیتا ہے تو اس کے فنا اور زائل ہو جانے کا خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں دل چین کیسے پا سکتا ہے؟ اللہ کی ذات چوں کہ باقی ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ

---

۳۰ الرعد:۲۸

رہے گا، اس لیے جب کوئی شخص اللہ سے تعلق قائم کرلیتا ہے اور اسی کو اپنے دل میں بسا لیتا ہے، اس کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے دل کو دوامِ سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ ذکر اللہ کا نور ایسے شخص کے قلب سے ہر طرح کی دنیوی وحشت اور گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے اور حقیقی اطمینان سے اسے ہم کنار کر دیتا ہے۔

اصل سرمایہ ذکرِ خدا ہے

ارشاد فرمایا کہ بھائیو! یہ دنیا فانی ہے، ہر چیز فنا ہو جائے گی، یہ دنیا دار لوگ جس چیز کو جمع کرنے میں خدا کی یاد کو بھی بھلا بیٹھے ہیں اور جو کچھ دنیا کا سرمایہ جمع کر رہے ہیں یہ چند دنوں کا سرمایہ ہے۔ آنکھ بند ہوتے ہی سب افسانہ ہو جائے گا۔ اصل سرمایہ تو خدا کا ذکر ہے جس کو کبھی فنا نہیں اور دنیاوی سرمایہ کو بقا نہیں۔ کتنی فرحت اور شادمانی نصیب ہوتی ہے۔ اس مسرت و فرحت کے مقابلے میں تو دنیا ہیچ نظر آتی ہے۔ اپنا بوریا بھی تختِ سلیمان سے کم نظر نہیں آتا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس استغنا اور آسودگی کو کس قدر عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

ذکر کی راحت

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کو بے خوابی کی بیماری تھی، نیند نہیں آتی تھی، وہ یہاں آئے تو نیند آنے لگی اور وہ مجلس میں سونے لگے۔ کسی نے کہا صاحب آپ کو تو نیند نہیں آتی تھی، یہاں تو آپ سو رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے میں ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں داخل ہو گیا ہوں، میرے دل و دماغ کو ٹھنڈک پہنچ رہی ہے۔ تو میں نے کہا: یہ ذکر کی برکت و رحمت ہے۔ ذکر سے روح کو سکون ملتا ہے۔ تسبیح لی، ذکر کیا اور نیند آنے لگتی ہے اور اگر کوئی سینما اور ناچ دیکھ رہا ہے تو اس کو نیند آئے گی؟ نہیں آئے گی کیوں کہ روح کو عذاب ہو رہا ہوتا ہے۔ عذاب میں نیند کیسے آئے گی۔

جب خدا بندے کو یاد کرتا ہے

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے ذاکرِ حق! جب تو اللہ کا نام لیتا ہے تو اس کے اندر حق تعالیٰ کی طرف سے بہت سے لبیک موجود ہیں، کیوں کہ تیرا اللہ کہنا قبول نہ ہوتا تو دوسری مرتبہ اللہ کہنے کی توفیق نہ ہوتی۔ بس اللہ اللہ کا ذکر کرنا ہی دلیل ہے کہ ہر دفعہ اللہ کہنا تیرا قبول ہو رہا ہے۔

ایک بزرگ نے اپنے مرید سے فرمایا کہ ہم کو معلوم ہو جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ ہم کو یاد فرماتے ہیں۔ مرید نے کہا: یہ کس طرح؟ فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے میں بھی اسے یاد کرتا ہوں، اگر تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں اکیلے میں یاد کرتا ہوں، اگر کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر فرشتوں کی مجلس میں کرتا ہوں۔ پھر ان بزرگ نے فرمایا کہ جب مجھے ذکر کی توفیق ہوتی ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ اس وقت حق تعالیٰ مجھے یاد فرما رہے ہیں۔

اِستقامت اور ذکر اللہ

ارشاد فرمایا کہ استقامت اور ثابت قدمی کے لیے کثرتِ ذکر اور دوامِ ذکر بہت ضروری ہے۔ کَمَا یَدُلُّ عَلَیۡہِ قَوۡلُہٗ تَعَالٰی: اِذَا لَقِیۡتُمۡ فِئَۃً فَاثۡبُتُوۡا[۳۱] اس کے بعد وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا کا امر اسی ثبات کے حصول کا نسخہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کفار کی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔ لیکن یہ ثابت قدمی کیسے نصیب ہوگی؟ وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا ہمیں کثرت سے یاد کرو۔

معلوم ہوا کہ ثباتِ قدمی کثرتِ ذکر سے نصیب ہوگی۔ اس مضمون کی توضیح کے لیے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ایک عجیب مثال دل میں ڈالی کہ قطب نما کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف مستقیم رہتی ہے۔ کتنا ہی حرکت دیجیے مگر اپنا رخ جب تک قطب شمالی کی طرف مستقیم نہیں کر لیتی، مضطر رہتی ہے جبکہ دوسرے لوہے خواہ کتنا ہی وزن رکھتے ہوں آپ انہیں جس رخ پر چاہیں ڈال

---

[۳۱] الانفال:۴۵

دیں لیکن اس ایک رتی کی سوئی میں یہ بلا کی استقامت کیوں ہے ؟ بات یہ ہے کہ اس ننھی سی سوئی میں مقناطیس کی پالش لگی ہوئی ہے۔ پس قطب شمالی پر مقناطیس کا جو خزانہ ہے وہ اس کو اپنی طرف کھینچے رہتا ہے۔ اسی طرح جو سالک ذکر کا اہتمام والتزام و دوام رکھتا ہے اس کے قلب کی سوئی پر اللہ کے نور کی ایک پالش لگ جاتی ہے۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ کا مرکزِ نور اس قلب کی سوئی کو ہمیشہ اپنی طرف کھینچے رکھتا ہے۔ خواہ سارا زمانہ اس کے قلب کی سوئی کا رُخ تبدیل کرنا چاہے لیکن یہ دل اپنا قبلہ حق تعالیٰ ہی کی طرف مستقیم رکھتا ہے، کیسا ہی ماحول اور کیسا ہی معاشرہ ہو اور کیسی ہی مخالف ہوائیں چل رہی ہوں لیکن اس قلب کی سوئی کو سکون نہیں ملتا جب تک اپنے مولیٰ کی طرف رُخ صحیح نہ کرلے۔ اگر نفس و شیطان ذرا بھی اس کے رُخ کو بدل دیں تو مثل قطب نما کی سوئی کے اس کے دل کی سوئی مضطرب ہو جاتی ہے اور اس قدر کرب کا احساس ہوتا ہے کہ کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے اور ساری کائنات تاریک نظر آتی ہے۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰی: وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ[۳۲] اور وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ[۳۳] اور ایسے مبارک دلوں کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی کوئی پناہ گاہ اور کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے دل اِستقامت کے لیے مضطر اور مجبور ہوتے ہیں لیکن یہ اضطرار اسی دوام و اہتمامِ ذکر ہی کا ثمرہ ہے۔ چناں چہ جو لوگ ذکر سے غافل ہیں وہ گناہوں سے اس قدر بے چین نہیں ہوتے کیوں کہ جو پہلے ہی سے ظلمت میں ہو اس کو مزید ظلمت سے زیادہ حیرانی نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس جو نور میں ہو اور پھر اچانک تاریکی اس کو گھیر لے وہ سخت پریشان ہو جاتا ہے۔ اس مثال کا مشاہدہ اس وقت ہوتا ہے جب اچانک بجلی فیل ہو جاتی ہے تو کس قدر تاریکی کا احساس ہوتا ہے اور جن کے گھر میں بجلی نہیں ہوتی انہیں یہ حیرانی نہیں ہوتی۔

قلب کے تالے کی کنجی

ارشاد فرمایا کہ ہر اسمِ ذات سے قلب کا قفل کھلتا ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

۳۲؎ الاحزاب:۱۰

۳۳؎ التوبۃ:۱۱۸

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ [۳۴]

اے اللہ! ہمارے قلوب کے تالوں کو کھول دیجیے اپنے ذکر سے۔ اور جب تالا کھلتا ہے تب دروازے کے اندر کا خزانہ نظر آتا ہے۔ جب ذکر کی برکت سے دل کا تالا کھلے گا تب خزانۂ قربِ الٰہی کا اِدراک ہوگا۔ اور تالا اس صندوق پر لگتا ہے جس میں قیمتی چیز ہو۔ معلوم ہوا کہ قلوب میں بڑی قیمتی امانت رکھی ہوئی ہے۔ پھر کنجی کی قیمت سے امانت کی قیمت کا پتا چلتا ہے۔ قیمتی تالے کی کنجی بھی قیمتی ہوتی ہے۔ ذکر جیسی انمول کنجی سے جس کا تالا کھلے گا اس میں کیا کچھ قیمتی چیز ہوگی اور وہ تعلق مع اللہ اور محبتِ الٰہیہ کی قیمتی امانت ہے جو عالمِ ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ فرما کر قلوب میں رکھ دی تھی۔

کہیں کون و مکاں میں جو نہ رکھی جاسکی اے دل
غضب دیکھا وہ چنگاری مری مٹی میں شامل کی

جن کی امانت تھی ان ہی کے نام کی کنجی ان کے رسول سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی۔ اس قیمتی کنجی کو روس اور امریکا اور جملہ اہلِ کفر اپنی سائنسی ایجادات سے نہ پاسکے اور قیامت تک نہ پاسکیں گے اگر حالتِ کفر میں رہے۔ کنجی سے تالا کھلتا ہے اور تالا کھلنے پر دروازہ کھلتا ہے اور دروازہ کھلنے پر وہ قیمتی چیز ہاتھ آتی ہے جو اس کے اندر ہوتی ہے اور وہ حق تعالیٰ شانہٗ کی معیّتِ خاصہ کا انکشاف ہے یعنی جب دل کا تالا کھلتا ہے تو گویا دل کی آنکھوں سے وہ اللہ کو دیکھتا ہے۔ جس کو محدّث عظیم علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَنْ تَغْلِبَ عَلَیْہِ مُشَاھَدَۃُ الْحَقِّ حَتّٰی کَاَنَّہٗ یَرَی اللہَ تَعَالٰی شَانُہٗ [۳۵]

یعنی مشاہدۂ حق ایسا غالب ہوجاتا ہے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ پس جب ذاکر کے منہ سے نکلتا ہے ''اللہ'' تو گویا وہ کہتا ہے کہ اے رب! اپنا دروازہ کھولیے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں اَلذَّاکِرُ کَالْوَاقِفِ عَلَی الْبَابِ جو ذکر کرتا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر پہنچ گیا اور گویا وہ ان کے دروازے کو کھٹکھٹا رہا ہے یعنی یہ ذکر ہی ان کے دروازے کو کھٹکھٹانا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

۳۴؎ کنزالعمال: ۶۹۹/۷ (۲۰۹۹۰)، الفصل الرابع فی الاذان والترغیب فیہ... الخ، مؤسسۃ الرسالۃ

۳۵؎ فتح الباری للعسقلانی: ۱۲۰/۱، باب سؤال جبریل عن الایمان والاسلام، دار المعرفۃ، بیروت

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
عاقبت بینی ازاں درہم سرے

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کسی دروازے کو کھٹکھٹاتا رہے گا تو اس دروازے سے ضرور کوئی سر برآمد ہوگا یعنی جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ملیں گے۔ لہٰذا ان کا نام لیے جائیں، اس کی بھی فکر نہ کریں کہ دروازہ کب کھلے گا۔ جیسا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

عاشق نہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست و گر نہ طبیب ہست

دنیا میں اللہ کا کوئی عاشق ایسا نہیں ہوا جس نے اللہ کو چاہا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس پر نظرِ کرم نہ فرمائی ہو۔ اے مخاطب! تیرے اندر ہی درد نہیں ہے ورنہ طبیب تو موجود ہے۔

اطمینانِ قلب

اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ

ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جتنے لوگ ہیں خواہ مؤمن ہوں یا کافر، غریب ہوں یا امیر، بادشاہ ہوں یا فقیر غرض تمام لوگ جتنی محنتیں کر رہے ہیں چاہے وہ تجارت اور بزنس کے میدان میں ہوں یا تعلیم کے میدان میں ہوں یا ملازمت و نوکری کے میدان میں ہوں اور چاہے وہ نیکی کا کام کر رہے ہوں یا گناہ کا، سب کا مقصد ایک ہے اور وہ ہے اطمینانِ قلب۔ پوری کائنات اطمینان اور چین تلاش کرنے کے لیے محنتیں کر رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ اطمینانِ قلب بین الاقوامی اور انٹرنیشنل محبوب اور مطلوب چیز ہے لیکن جب سب کا مقصد ایک ہے تو اس کا طریق کار الگ کیوں ہے؟ کوئی سمجھتا ہے کہ مجھ کو مال سے چین ملے گا اس لیے تجارت

وملازمت وغیرہ میں محنت کرتا ہے۔ کوئی سمجھتا ہے کہ حکومت سے چین ملے گا وہ سیاست والیکشن میں محنت کرتا ہے۔ کوئی سمجھتا ہے کہ مجھے حسینوں سے چین ملے گا اس لیے ان کے چکر میں رہتا ہے۔ لیکن ساری دنیا اطمینان کی محنتوں اور فکر کے باوجود چین نہیں پارہی ہے۔ بات یہ ہے کہ جس ذات نے ماں کے پیٹ میں انسان کے سینے کے اندر دل بنایا ہے اسی کا قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم چاہے کتنی ہی محنت اور کتنی ہی فکر کرلو تمہیں چین نہیں ملے گا جب تک مجھے یاد نہیں کروگے، کیوں کہ دل کا چین صرف میری یاد میں ہے۔ جو مشین بناتا ہے وہی اس کا تیل بھی بناتا ہے۔ اگر مشین کی کمپنی کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ اگر آپ لوگ ہماری کمپنی کا تیل ڈالیں گے تو مشین خراب نہیں ہوگی لیکن اگر دوسری کمپنی کا تیل ڈالیں گے تو ہم ذمہ دار نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دل بنایا اور دل کا تیل بھی بتادیا کہ دل ہماری بنائی ہوئی مشین ہے، اگر اس میں ہماری یاد کا تیل ڈالو گے تو چین سے رہو گے ورنہ ہرگز چین نہیں پاسکتے۔ اس لیے اَلَا حروف تنبیہ سے اعلان کررہا ہوں کہ کانوں سے غفلت کی روئی نکال دو، خوب کان کھول کر سن لو۔ نافرمانی میں چین مت تلاش کرو۔ اگر چین چاہتے ہو تو چین صرف میری یاد میں ہے، میری اطاعت وفرماں برداری میں ہے۔ پس اللہ کی یاد کے علاوہ جو لوگ چین ڈھونڈتے ہیں یہ کوششِ مخلوق ہے اور فرمانِ خالق کے خلاف ہے اور جو کوشش فرمانِ خالق کے خلاف ہوگی وہ کیسے کامیاب ہوسکتی ہے؟ اس لیے جو اللہ کی یاد کو چھوڑ کر چین حاصل کرنا چاہے گا اس کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یہ باطل اور خبیث عقیدہ دل سے نکال دو کہ اللہ کی نافرمانی میں، حسینوں کے چکر میں، وی سی آر اور ڈش انٹینا میں دل کو چین ملے گا، اللہ کو ناراض کرکے کوئی چین سے نہیں رہ سکتا۔

ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ ذکر دراصل ایک کنجی ہے جس سے دل کا قفل کھلتا ہے اور اطاعت وفرماں برداری میں جی لگتا ہے اور اس کے لیے جذبہ پیدا ہوتا ہے، پھر اس کنجی کے دندانے کو بھی درست رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ دل کا قفل آسانی سے کھلے، کوئی مشکل اور دشواری پیش نہ آئے اور ذکر کی کنجی کے دندانے کو

درست رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ذکر خشوع و خضوع کے ساتھ کیا جائے ایسے ہی ذکر کے خاطر خواہ اثرات مرتب ہوں گے۔ ارشاد ہے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ[۳۶]

یعنی اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالوں کو کھول دے اپنے ذکر کے ذریعے۔

ذکر میں صرف کمیّت نہیں کیفیت بھی مقصود ہے

ارشاد فرمایا کہ ذکر میں صرف کمیت یعنی مقدار و تعداد مطلوب نہیں ہے بلکہ کیفیت بھی مقصود ہے یعنی اللہ کا خیال اور دھیان جس قدر ذکر میں جمایا جائے گا اُسی قدر ذاکر کو نفع اور فائدہ ہوگا اور اتنی ہی اس کے طاقت و قوت پیدا ہوگی۔ دیکھیے: لومڑی کس قدر بزدل اور ڈرپوک ہے لیکن شیر اگر اس کی پشت پر ہاتھ پھیر دے اور یہ کہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو اس وقت لومڑی چیتے کا جگر بھی نکال سکتی ہے اور اس کے لیے اس کے اندر ہمت پیدا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ذاکر کے ساتھ اللہ کی مدد و نصرت ہوتی ہے اور وہ کسی حال میں تنہائی محسوس نہیں کرتا بلکہ نورِ ذکر کی برکت سے ذاکر اپنے قلب میں حق تعالیٰ کا خاص تعلق محسوس کرتا ہے جس کو مشائخ معیّتِ خاصہ کہتے ہیں، معیّتِ عامہ تو ہر مسلمان کو حاصل ہے۔

ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ

ارشاد فرمایا کہ بھائیو! خدا کا ذکر کرو اور اس کے لیے وقت نکالو۔ اگر کسی شدید ضرورت کی وجہ سے مکمل وظیفہ نہیں پڑھ سکتے تو جتنا ممکن ہو سکے اتنا ہی پڑھ لو، مگر کبھی ناغہ نہ کرو۔ اس لیے کہ ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہوتا ہے۔ اس سے تمہاری روح کمزور ہو جائے گی اور شیطان غفلت میں ڈال کر خدا سے دور کر دے گا۔ ذکرِ خدا سے روح میں تازگی اور بالیدگی ہوتی ہے، ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ بھائیو! خدا کی یاد میں مشغول رہو اور ہر چیز کو دل و دماغ سے تھوڑی دیر کے لیے سہی، خالی کر کے روزانہ خدا کو یاد کرو۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ اپنی دعاؤں میں یوں کہا کرتے تھے ؎

۳۶؎ کنز العمال: ۶۹۹/۷(۲۰۹۹۰)، الفصل الرابع فی الاذان والترغیب فیہ... الخ، مؤسسۃ الرسالۃ

دل میرا ہو جائے اک میدان ھُو
تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو

اور مرے تن میں بجائے آب و گِل
دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل

غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

خدا کی دوستی اتنی سستی نہیں

ارشاد فرمایا کہ آج سب سے بڑی کمی ذکر و مجاہدہ کی ہے، خدا کی یاد اور وہ تڑپ جو ہونی چاہیے وہ دن بدن لوگوں میں کم ہوتی جارہی ہے۔ اس کے لیے کسی کو وقت نہیں ملتا ہے۔ وقت ملتا ہے تو دنیا کے کاموں کے لیے۔ بھلا خدا نوازے تو اپنی محبت سے کیسے نوازے؟ دنیا کی محبت تو دلوں میں پہلے بیٹھی ہوئی ہے۔

ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر بیٹھے مع احباب کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ آپ کے تخت، آپ کی شان و شوکت اور خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت و دبدبہ سے متأثر ہو کر ایک امتی نے کہا: سبحان اللہ! اللہ نے آلِ داؤد (حضرت سلیمان علیہ السلام) کو کس قدر نوازا ہے۔ اس کی اطلاع حضرت سلیمان علیہ السلام کو مل گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ فوراً اس کو حاضر کیا جائے۔ وہ حاضر کیا گیا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت فرمایا: کیا آپ نے ایسا کہا ہے؟ امتی نے فوراً اقرار کر لیا کہ ہاں میں نے ایسا کہا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑی حیرت کے ساتھ فرمایا لَتَسْبِیْحَةٌ وَّاحِدَةٌ یَّقْبَلُهَا اللّٰهُ تَعَالٰی خَیْرٌ مِّنْ مَّآ اُوْتِیَ اٰلُ دَاوٗدَ[۳۷] بے شک ایک

۳۷؎ روح المعانی: ۱۹/۱۷۵، النمل (۱۸)، دار احیاء التراث، بیروت

تسبیح بہتر ہے اس تمام مال ودولت اور شان وشوکت سے جو آلِ داؤد کو دی گئی ہے۔ یہ اس لیے کہ مال ودولت، حکومت وبادشاہت سب ختم ہوجانے والی چیزیں ہیں اور اللہ کی ایک تسبیح بھی باقی رہنے والی ہے اور آخرت کی زندگی میں وہی کام آئے گی۔

بخاری شریف کی آخری حدیث

ارشاد فرمایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث میں فرمایا ہے:

كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ [۳۸]

دو کلمے زبان سے ادا کرنے میں بہت آسان مگر میزان یعنی ترازو پر بڑے بھاری اور وزنی اور رحمٰن کے ہاں پسندیدہ ہیں (وہ دو کلمے یہ ہیں):

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

یہ کلمہ پڑھنے میں کوئی دشواری نہیں، نہ وقت زیادہ لگتا ہے اور نہ محنت ومشقت اٹھانا پڑتی ہے مگر قیامت کے دن جب میزان عمل قائم کیا جائے گا تو ان کا وزن بہت زیادہ ہوگا اور ان کا ورد کرنے والا کامیاب رہے گا۔ میرے بھائی! ذکرِ خدا کیا کرو۔ اس وقت، جب دنیا کی کوئی چیز کام نہ آئے گی یہی نیک عمل اور خدا کی یاد اور اس کا ذکر ہوگا جو اس سخت اور کھٹن وقت میں کام آئے گا۔

بھائیو! غور سے سن لو اور یاد رکھو، یہ زندگی اور اس کا چراغ بجھ جائے گا، موت کی تاریکی تم پر مسلّط ہوجائے گی۔ جب زندگی کا چراغ بجھ جائے گا تو محبتِ الٰہی اور ذکر خدا کا چراغ روشن ہوجائے گا اور یہی روشنی آخرت میں کام آئے گی۔ اس لیے میرے بھائیو! دنیا کے چراغ ہی کی نہیں بلکہ آخرت کے چراغ کی فکر کرو، عبادت کا تیل مہیا کرو۔ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی محبت ہو، وارفتگی اور بے تابی ہو، تب کہیں جا کر وہ چراغ روشن ہوتا ہے جو قبر کی تاریکی اور آخرت میں روشنی دے گا۔

۳۸؎ صحیحُ البخاری: ۱۱۲۹/۲ (۷۶۱۱)، باب قوله ونضع الموازين القسط، المکتبۃ المظھریۃ

اصلاح کا آسان نسخہ

ارشاد فرمایا کہ اصلاح کا آسان نسخہ یہ ہے تھوڑا سا ذکر کر لیا جائے اور اللہ کی نعمتوں کو سوچا جائے اور کسی اللہ والے سے صحیح اور قوی تعلق کر لیا جائے۔

خدا سے غفلت پر ایک واقعہ

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ ایک دوسرے بزرگ سے ملاقات کے لیے سفر کر رہے تھے، راستے میں ایک درخت کے سائے میں آرام کرنے لگے۔ چڑیوں نے کہا جہاں یہ جا رہے ہیں وہ بزرگ انتقال کر گئے۔ یہ بزرگ جب ان سے ملے تو وہ زندہ تھے۔ فرمایا کہ اب تو چڑیاں بھی جھوٹ بولنے لگیں ہیں۔ پوچھا: کیا بات ہے؟ قول چڑیوں کا نقل کیا۔ پوچھا کیا وقت تھا جب یہ خبر دی؟ فرمایا: بارہ بجے تھے۔ فرمایا: چڑیوں نے صحیح خبر دی تھی۔ میں آج بارہ بجے خدا سے غفلت میں مبتلا ہو گیا تھا اور خدا سے غافل کی مثال حدیث شریف میں مردہ سے دی گئی ہے اور ذاکر کی مثال زندہ سے دی گئی ہے۔

انتشارِ اَفکار کے باوجود ذکر کے نفع کی مثال

ارشاد فرمایا کہ ایک عالم استاذ بخاری شریف و کتب عالیہ نے سوال کیا کہ مدرسہ کے اہتمام، کثرتِ کار اور انتشارِ افکار کی حالت میں ذکر سے کوئی فائدہ محسوس نہیں ہوتا، دل مطلق حاضر نہیں ہوتا۔ احقر نے عرض کیا کہ حج کے زمانہ میں مکہ شریف کے تاجر کثرتِ کار اور انتشارِ افکار کے باوجود جو کچھ غذائے جسمانی کھاتے ہیں کیا وہ خون نہیں بناتی اور کیا ان کے اجسام کے تحفظ وبقاء کا ذریعہ نہیں ہوتی؟ اسی طرح ذکر اللہ کا اہتمام بہر حال مفید ہے خواہ افکار میں کتنا ہی انتشار اور دل کتنا ہی غیر حاضر ہو، منہ سے نکلنے کے بعد اللہ کا نام نور ہی بناتا ہے۔ دو عالم تھے دونوں کو وجد آ گیا اور تقریباً کئی ماہ ہو گئے اختر کے پاس آتے رہتے ہیں اور اس مثال کا فائدہ یہ بیان کیا کہ آج تک معمول میں ناغہ نہیں ہوا۔

ذکرِ قلیل کی مثال اور اس کا نقصان

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ تھوڑے ذکر پر قناعت کرتے ہیں لیکن یہ منافقین کی علامت ہے:

وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللهَ اِلَّا قَلِيْلًا [۳۹]

وہ اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فضائلِ ذکر میں لکھا ہے کہ زیادہ ذکر کرنے والا نفاق سے بری لکھا جاتا ہے۔ قلیل ذکر کرنے والوں کی مثال تھوڑے پانی میں رہنے والی مچھلیوں کی سی ہے جو گرمی کے زمانے میں پانی کے شدید گرم ہو جانے سے بے ہوش ہو جاتی ہیں اور شکاری ان کا شکار کرلیتے ہیں کیوں کہ قلیل ذکر سے نور بھی قلیل پیدا ہوتا ہے اور قلیل نور میں رہنے والی ارواح آفاتِ خارجیہ سے متأثر ہو جاتی ہیں اور معاشرے کے زہریلے اثرات ان کو ہلاک کر دیتے ہیں اور کثیر ذکر کرنے والے یعنی دل و جان سے اللہ تعالیٰ پر فدا ہونے والوں کی مثال گہرے دریا میں رہنے والی مچھلیوں کی سی ہے کہ سورج کی شعاعوں سے سطحِ آب جب گرم ہو جاتی ہے تو وہ غوطہ لگا کر دریا کی گہرائی میں چلی جاتی ہیں اور ٹھنڈے پانی میں پناہ لے لیتی ہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں یعنی قلباً اور قالباً خدائے تعالیٰ پر فدا ہیں، ہمہ وقت طاعت میں غرق اور معاصی سے کنارہ کش ہیں اور خطاؤں پہ اشکبار اور نالہ زن ہیں، ان کا دریائے نور اتنا گہرا ہوتا ہے کہ معاشرے کے زہریلے اثرات ان پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

خدا کو ہر وقت یاد رکھنا اللہ کے عاشقوں کا کام ہے

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

دائم اندر آب کارِ ماہی است
مار را با او کجا ہمراہی است

۳۹؎ النساء:۱۴۲

جس طرح ہر وقت پانی میں رہنا مچھلیوں کا کام ہے اسی طرح ہر وقت خدائے تعالیٰ کی یاد میں رہنا اللہ والی مچھلیوں کا کام ہے یعنی اللہ والی روحوں کا کام ہے جو حق تعالیٰ کی عاشق ہیں۔ ورنہ سانپ کو مچھلی کا مقابلہ کرنے کی کہاں سے جرأت ہو سکتی ہے، مار معنیٰ سانپ کے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں یہ مارِ آستین ہے یعنی آستین کا سانپ ہے، اس سے ڈرو۔ تو مار یعنی سانپ کو مچھلی کے ساتھ مقابلہ کرنے اور پانی میں ہر وقت رہنے کی طاقت کہاں سے آسکتی ہے، کیوں کہ اس کے اندر زہر بھرا ہوا ہے اور زہر کا تقاضا ہے کہ وہ لوگوں کو ڈستا پھرے اور مچھلیاں جو ہیں وہ بالکل خیر ہیں، سوائے کانٹے کی ایک کنگھی کے، لیکن پھر بھی وہ کھائی جاتی ہیں، لیکن اگر سانپ کو کوئی کھائے گا تو مر جائے گا۔ تو مچھلی کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا ہے کہ پانی میں ہر وقت رہنا ان ہی کا کام ہے اور سانپ کو مچھلی کے برابر کہاں ہمراہی اور رفاقت نصیب ہو سکتی ہے۔ اسی لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اللہ والوں کو فرماتے ہیں ؎

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال

اللہ تعالیٰ کے دریائے قرب کی گہرائیوں میں یہ مچھلیاں یعنی اللہ والے اتنا ذکر کرتے ہیں کہ ان کے پاس نور کا دریا بہتا ہے۔ اس سے متعلق ایک شاعر کا شعر ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردِ سا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

تکثیرِ ذکر تکمیلِ محبت کے لیے وسیلۂ کاملہ ہے

ارشاد فرمایا کہ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ [۴۰] جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔ تکثیرِ ذکر جس طرح محبتِ کاملہ کے لیے علامتِ لازمہ ہے اسی طرح تکمیلِ محبت کے لیے تکثیرِ ذکر ہی وسیلۂ کاملہ ہے۔ تکرار ذکرِ بسیط کا اَوْقَعُ فِی النَّفْسِ ہونا اور اِذَا تَکَرَّرَ تَقَرَّرَ سے رسوخِ نسبت کا حصول اولیائے امّت سے علیٰ سبیلِ تواتر ثابت ہے۔

---

[۴۰] شعب الایمان للبیہقی: ۱/۳۸۸ (۵۰۱)، فصل فی معانی المحبۃ، دار الکتب العلمیۃ

کثرتِ ذکر قربِ الٰہی کا موجب ہے

ارشاد فرمایا کہ جو جتنا زیادہ خدا کو یاد کرتا ہے اتنا ہی اس کا دریائے قربِ خدا گہرا ہوتا جاتا ہے، اتنا ہی اس کے دریا میں زیادہ پانی آتا ہے اور دریا جتنا گہرا ہوگا مچھلیاں اس میں اتنی ہی عافیت سے رہیں گی، اگر کوئی کم پانی والا مثلاً دو چار فٹ گہرا ندی نالہ ہے تو معمولی سی گرمیوں میں ہی مچھلیاں بے ہوش ہوجائیں گی کیوں کہ سورج کی شعاعیں پانی کو گرم کردیتی ہیں لیکن جو گہرے دریا ہیں ان کی گہرائی میں گرمیوں کے مہینوں یعنی اپریل، مئی، جون میں بھی سورج کی شعاعیں نہیں پہنچتیں۔ تو اگر گرمیوں میں دریا کا اوپر کا حصہ گرم ہوجائے تو مچھلیاں دریا کی گہرائیوں میں ٹھنڈے پانی میں پہنچ جاتی ہیں لیکن جس دریا میں پانی ہی کم ہو تو وہ حوادث سے متاثر ہوجاتی ہیں۔ ایسے ہی جب کمزور ایمان والوں اور اللہ تعالیٰ کو کم یاد کرنے والوں پر دنیا کے حوادث آتے ہیں، آفتیں آتی ہیں، مصیبتیں آتی ہیں تو وہ بدحواس ہوجاتے ہیں کیوں کہ ان کے پاس ذکر کا گہرا دریا نہیں ہوتا کہ وہ ٹھنڈک میں جاکر، گوشۂ خلوت میں جاکر دو رکعت پڑھیں اور اللہ سے روئیں۔ لیکن جنہوں نے عافیت میں اللہ کو کم یاد کیا تو اگر ان کو تکلیفوں میں اللہ کو یاد کرنے کی توفیق ہوجائے تو یہ بھی بڑی غنیمت ہے بلکہ اللہ کی طرف سے انعام ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا اُذْکُرُوا اللہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا یعنی ہمیں کثرت سے یاد کرنا۔ اور کم یاد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ ذرا ان کا لقب بھی دیکھ لو کہ ان کو کیا ڈگری ملی، ان کے لیے فرماتے ہیں وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللہَ اِلَّا قَلِیْلًا منافقین اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت تھوڑا تاکہ مسلمان انہیں حقیر نہ سمجھیں۔ یعنی منافقین صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

ذاکر گناہ گار اور غافل گناہ گار میں فرق

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامّت مجدد الملّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذاکر گناہ گار میں اور غافل گناہ گار میں فرق یہ ہے کہ غافل کو توبہ نصیب نہیں ہوتی اور جو خدا کو یاد کرتا ہے، اس سے جب خطا ہوتی ہے تو چوں کہ دل میں نور تھا

اس لیے نور بجھنے سے پریشانی ہوئی، جیسے لائٹ جانے سے پریشانی ہوتی ہے، اب وہ پاور ہاؤس ٹیلی فون کرتا ہے کہ میں بہت پریشان ہوں، بہت گرمی ہے، فریج بھی خراب ہے، پنکھے بھی بند ہیں، ارے جلدی سے روشنی بھیجو، میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا، آپ کو بہت دعائیں دوں گا۔ تو ایسے ہی جو بندہ اپنے دل میں نور رکھتا ہے اس کے گناہوں سے جب دل میں اندھیرا آتا ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے، وہ فوراً وائر لیس کرتا ہے یعنی آہ و نالوں سے، استغفار و توبہ سے اللہ سے رجوع کرتا ہے کہ اے میرے ربّا! دل میں اندھیرا آگیا، جلدی سے نور بھیج دیجیے، آپ کا شرمسار بندہ توبہ کررہا ہے، استغفار کررہا ہے اور جو دل میں بالکل نور نہیں رکھتا، اللہ کو یاد ہی نہیں کرتا، اندھیروں پر اندھیرا چڑھا رہا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے موٹر گیراج میں کام کرنے والے لڑکے کی پتلون پر روشنائی گرادو تو پتا ہی نہیں چلے گا کیوں کہ اس پر پہلے ہی تیل اور گریس کے بے شمار نشانات ہوتے ہیں۔ ایک مردے کو سو جوتے لگادو اور پھر اس کو زبان دے دو تو وہ یہی کہے گا کہ ہمیں تو پتا بھی نہیں چلا۔ تو گناہوں پر احساسِ ندامت نہ ہونا کوئی اچھی چیز نہیں ہے کہ آپ کہیں کہ ہمیں تو پتا بھی نہیں چلتا، ہمیں تو گناہوں سے کوئی پریشانی نہیں ہوتی، یہ دل کے مردہ ہونے کی علامت ہے۔ شیطان کے جوتے کھوپڑی پر لگ رہے ہیں اور کسی کو احساس بھی نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس کا دل مردہ ہو رہا ہے، یہ بہت خطرناک حالت ہے۔

ذکر اللہ کے باوجود اطمینان حاصل نہ ہونے کی وجہ

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ ذکر کرنے کے باوجود اطمینان سے محروم ہیں جبکہ وعدہ ہے **اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ** یعنی صرف اللہ کی یاد ہی میں دل اطمینان پاتے ہیں۔ تو ذکر کے باوجود اطمینان سے محرومی کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں: ذکرِ مثبت اور ذکرِ منفی۔ ذکرِ مثبت تو نماز، روزہ، ذکر اللہ، تلاوت و نوافل، صدقہ و خیرات وغیرہ ہے اور ذکرِ منفی گناہوں سے بچنا اور گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھانا ہے۔ ذکر کرنے کے باوجود جو لوگ اطمینان سے محروم ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ذکرِ مثبت تو کرتے ہیں لیکن ذکرِ منفی نہیں کرتے یعنی گناہوں سے نہیں بچتے۔ لہٰذا جب ذکرِ مثبت کے ساتھ ذکرِ منفی بھی ہو گا یعنی جب اذکار و نوافل و تلاوت وغیرہ کے ساتھ گناہوں سے بھی بچنے لگیں گے تب اطمینانِ کامل نصیب ہو گا۔

ذکر کی دو قسمیں

ارشاد فرمایا کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں:۱)زبان سے ذکر کرنا ۲)سارے اعضاء کو گناہ سے بچانا۔ جب بے پردہ عورتیں گزر رہی ہوں اس وقت اپنی آنکھوں پر قابو پانا اور اس وقت آنکھوں کو ان کے دیکھنے سے محفوظ رکھنا۔ کیا یہ معمولی ذکر ہے؟ ارے یہ اتنا بڑا ذکر ہے کہ اس پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے، اور اس پر اتنا بڑا اجر ہے کہ کسی دوسری عبادت میں نہیں ہے۔ کیوں کہ نظر بچانے کی مصیبت اور غم دل اُٹھاتا ہے اور دل جسمِ انسانی کا بادشاہ ہے تو جب بادشاہ مزدوری کرتا ہے تو اس کو مزدوری زیادہ دی جاتی ہے۔ اگر ایک معمولی آدمی آپ کے ہاں نوکری کرے مثلاً بلاک وغیرہ اُٹھادے اور ایک بادشاہ اُٹھا کر دے تو ظاہر ہے کہ اس میں تفاوتِ عظیم ہے، تو دل جسم کا بادشاہ ہے اور نظر بچانے کو کوئی نہیں دیکھتا کہ اس نے کیا عمل کیا ہے، نہ اس کے ہاتھ میں تسبیح ہے، نہ یہ سبحان اللہ کہہ رہا ہے لیکن اسی پر اس کو حلاوتِ ایمانی نصیب ہو رہی ہے، اور حلاوتِ ایمانی کا کیا انعام ہے؟ جس کو ایک دفعہ حلاوتِ ایمانی نصیب ہو گی اس کا خاتمہ ایمان پر لازم ہے، گویا نظر بچانے پر اتنا بڑا انعام ہے کہ جنت مل جائے گی کیوں کہ جب ایمان پر خاتمہ ہو گا تو جنت ہی میں جائے گا۔ معلوم ہوا کہ صرف ایک نظر بچانے پر حسنِ خاتمہ اور جنت کا وعدہ کیا جا رہا ہے، کیوں کہ اس سے حلاوتِ ایمانی نصیب ہوتی ہے اور دوسری حدیث میں وارد ہے:

وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا[۴۱]

اگر (دل میں) ایمانی حلاوت داخل ہو گئی تو اس کو واپس نہیں لیا جائے گا۔ پس اسی ایمان پر موت آئے گی۔

ذکر اللہ اور جذبِ الٰہیہ

ارشاد فرمایا کہ بزرگانِ دین جو ذکر بتاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر کی برکت سے اللہ کا راستہ آسان ہو جاتا ہے، گناہ سے بچنا آسان ہو جاتا ہے کیوں کہ ہر حُسن میں

[۴۱] مرقاۃ المفاتیح:۱/۴۴،کتاب الایمان،المکتبۃ الامدادیۃ،ملتان

جذب ہے، غیر اللہ میں اللہ تعالیٰ نے جاذبیت رکھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قوتِ جذب تمام ماسوا اللہ کی قوتِ جذب سے اعلیٰ ہے، سارے عالم کی صفتِ جذب مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفتِ جذب خالقیت کے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ کا جذب سب سے قوی ہے۔ لہٰذا مشائخ جو ذکر اللہ کی تعلیم دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے صدقہ میں جہاں ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب حاصل ہو وہاں صفاتِ الٰہیہ کی بھی تجلی ان پر ہو اور اللہ تعالیٰ کی شانِ جذب کا ظہور ہو جس کے سامنے ساری دنیا کے مقناطیس اور ساری دنیا کے حسینوں کی کشش فیل ہو جائے گی۔ اللہ کے ذکر سے وہ آہستہ آہستہ اللہ کی طرف کھنچتا چلا جائے گا۔ میرے شیخ اوّل حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ ہے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔

آیت فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ کے لطائفِ عجیبہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام میں لذّت رکھی ہے اور ہر شخص کے مجاہدہ اور قربانی کی مقدار کے مطابق لذّت اپنے قرب کی عطا فرمائی۔ فرماتے ہیں فَاذْكُرُوْنِيْٓ تم ہمیں یاد کرو ہماری اطاعت کے ساتھ اَذْكُرْكُمْ ہم تمہیں یاد کریں گے اپنی عنایت کے ساتھ۔[۴۲] جو لوگ عباداتِ مثبتہ یعنی ذکر و تلاوت و نوافل و عمرہ وغیرہ کا مزہ لیتے ہیں ان کی یہ عبادات ممزوج بالحلاوۃ ہیں، ممزوج بالعیش ہیں، عبادت میں مزہ آرہا ہے، ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوگی کیوں کہ فَاذْكُرُوْنِيْٓ پر اَذْكُرْكُمْ کا وعدہ ہے۔ لیکن عباداتِ منفیہ یعنی وہ عبادات جو مشقت و مجاہدہ کی ہیں یہاں فَاذْكُرُوْنِيْٓ یہ ہے کہ جن چیزوں کو ہم نے حرام قرار دیا تو اپنی رغبتِ شدیدہ کے باوجود دل پر غم اٹھا کر میری فرماں برداری کرلو، جب کوئی حسین سامنے آجائے تو نظر بچالو۔ یہ عبادت ممزوج بالالم ہے اس پر اللہ کی عنایت کمّاً اور کیفاً زیادہ ہوگی۔ لہٰذا جو لوگ تقویٰ سے رہتے ہیں، گناہوں سے بچ کر غم تقویٰ اُٹھاتے ہیں ان کے قلب میں اللہ کی محبت کی مٹھاس، ان کے دردِ دل اور قرب کا عالم کچھ اور ہوتا ہے جیسا تمہارا فَاذْكُرُوْنِيْٓ ہوگا ویسا ہی میرا اَذْكُرْكُمْ ہوگا، جیسی تمہاری اطاعت ہوگی اسی کے بقدر میری عنایت تم پر ہوگی۔ ذکر و نوافل، تلاوت

---

[۴۲] بیان القرآن:۱/۸۶، البقرۃ (۱۵۲)، ایچ ایم سعید

وعبادت سے جو تم نے ہمیں یاد کیا اس پر بھی ہم تمہیں جزا دیں گے اور اپنی عنایات سے تمہیں محروم نہیں کریں گے لیکن راستہ چلتے ان حسینوں سے، ان مٹی کے نقش و نگار سے تم نے نظر بچا کر جو غم اٹھالیا، مجھ کو راضی کرنے کے لیے اپنی خوشیوں کو آگ لگادی، دل پر زخم کھایا، یہاں ہمارا اَذْکُرْکُمْ کچھ اور رنگ کا ہوگا۔ نماز و تلاوت، نفلی حج و عمرہ میں ہمارا اَذْکُرْکُمْ تمہارے فَاذْکُرُوْنِیْ کے مطابق تو ہے لیکن رغبتِ شدیدہ کے باوجود نظر بچا کر جو مجاہدۂ شدیدہ اٹھاؤ گے تو ہمارے اَذْکُرْکُمْ کی کیفیت کچھ اور ہو جائے گی۔ تم نے میرے لیے غم اُٹھایا، یہ میرے راستے کا غم ہے، میرے راستے کا کانٹا ہے لہٰذا ساری دنیا کی خوشیوں سے اور ساری دنیا کے پھولوں سے افضل ہے۔ میرے راستے میں اگر ایک کانٹا چُبھ جائے تو یہ کانٹا اتنا قیمتی ہے کہ ساری دنیا کے پھول اگر اس کو گارڈ آف آنر اور سلامی پیش کریں تو اس کانٹے کی عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر میرے راستے میں دل کو ایک ذرّۂ غم پہنچ جائے تو یہ ذرّۂ غم اتنا قیمتی ہے کہ اگر سارے عالم کی خوشیاں اس کو سلام احترامی پیش کریں تو اس ذرّۂ غم کی عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک کا فَاذْکُرُوْنِیْ الگ ہے لہٰذا ہر ایک کے ساتھ میرا اَذْکُرْکُمْ الگ ہے، جیسے جس کے مجاہدات، جتنی جس کی قربانی اسی کے مطابق میری عنایت و مہربانی۔ جن کا ذکر ممزوج بالالم ہے، جو لوگ اللہ کے راستے میں غم اٹھاتے ہیں، جہاز میں ایئر ہوسٹسوں سے اور بازاروں میں حسینوں سے نظر بچاتے ہیں جن کی ہر سانس غم زدہ ہے، حسرت زدہ ہے، زخم زدہ ہے، جن کے قلب میں دریائے خون بہہ رہا ہے، یہ کوئی معمولی مجاہدہ نہیں ہے، ان کا انعام اَذْکُرْکُمْ اللہ تعالیٰ کی عنایت خاصہ بھلا ان پر عظیم الشان نہ ہوں گی؟ ان کی عنایات بھلا ان کے برابر کیسے ہو سکتی ہیں جن کے پاؤں میں کبھی ایک کانٹا بھی نہیں چبھا۔ اللہ تعالیٰ ارحم الرّاحمین ہیں جو جتنی زیادہ قربانی پیش کرتا ہے اس کو اتنی ہی عظیم الشان عنایتِ خاصّہ سے نوازتے ہیں۔

جتنی جس کی قربانی
اتنی ہی میری مہربانی
پھر تو ہے لذّتِ روحانی
قرب کا شربتِ لاثانی

لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ایئر کنڈیشن

ارشاد فرمایا کہ ایئر کنڈیشن کے دو کام ہیں: ۱) گرمی کو باہر پھینکنا اور ۲) کمرہ میں ٹھنڈک پیدا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا جو ایئر کنڈیشن ہمیں عطا فرمایا ہے اس کے بھی دو کام ہیں کہ لَآاِلٰہَ سے غیر اللہ کی گرمی کو قلب سے باہر پھینکنا اور گرمی کے ساتھ اندھیروں کو بھی نکالنا۔ اس کے بعد پھر اِلَّا اللّٰہُ سے قلب میں ٹھنڈک بھی عطا ہوتی ہے اور نور اور اُجالا بھی پیدا ہوتا ہے پس جو لَآاِلٰہَ سے گرمی کو قلب سے باہر نہیں پھینکے گا اس کا قلب اِلَّا اللّٰہُ سے ٹھنڈا نہیں ہوگا۔ آج کل اکثر لوگ لَآاِلٰہَ کی ضرب تو ہلکی لگاتے ہیں اور اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب زور سے لگاتے ہیں یعنی غیر اللہ سے بچنے کا مجاہدہ و مشقت کم اٹھاتے ہیں اور ذکر وعبادت کا خوب اہتمام کرتے ہیں لیکن اس ہمت چوری سے وہ صاحبِ نسبت نہیں ہو رہے ہیں کیوں کہ اللہ کی دوستی کی بنیاد کثرتِ ذکر پر نہیں، صرف گناہ چھوڑنے پر ہے۔ ایک شخص ایک لاکھ ذکرُ اللہ اور ہر سال حج وعمرہ کرتا ہے لیکن سڑکوں پر کسی کالی گوری کو نہیں چھوڑتا، بدنگاہی کرتا ہے یہ شخص اللہ کا ولی نہیں ہے۔ اگر یہ اللہ کا ولی ہوتا تو ان لیلاؤں کو کبھی نہ دیکھتا۔ مولیٰ کو پانے والا لیلیٰ چور نہیں ہوتا، سورج کو پانے والا ستارہ چور نہیں ہوسکتا۔ جس طرح کسی دنیوی بادشاہ اور سلطان کے بارے میں یہ خبر آئے کہ اس نے ایک سبزی والے کے ٹھیلہ سے ایک آلو چرالیا تو اس کا کوئی یقین نہیں کرے گا کیوں کہ ایک بادشاہ جو کروڑوں کی سلطنت رکھتا ہے آلو چور نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح وہ مولیٰ اور خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات جس کے دل میں ہوگا وہ لیلیٰ چور نہیں ہوسکتا کیوں کہ دُنیوی حُسن کی اس کے دل میں کوئی وقعت نہیں رہتی۔

ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ ہمارا اِلَّا اللّٰہُ کیسے تگڑا ہو۔ اس کا کیا طریقہ ہے؟ میں نے کہا کہ جتنا آپ کا لَآاِلٰہَ تگڑا ہوگا اتنا ہی اِلَّا اللّٰہُ تگڑا ہوگا۔ غیر اللہ سے دل جتنا پاک ہوگا اتنا ہی اللہ کی تجلی سے معمور ہوگا۔ پس غیر اللہ سے جان چھڑانے میں جان لڑادو، حسینوں سے بچنے میں جتنا غم اٹھاؤ گے اور اس غم سے جتنا دل شکستہ ہوگا اتنا ہی اِلَّا اللّٰہُ کی تجلی دل کے ذرّہ ذرّہ میں نفوذ کر جائے گی۔ مثبت ذکر یعنی عباداتِ نافلہ کا حکم اسی لیے دیا گیا کہ جس وقت گناہ سے بچنے میں، حسینوں سے نظر بچانے سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگا اس وقت وہ نورِ ذکر دل

کے ذرّہ ذرّہ میں اُتر جائے گا۔ لہٰذا جو چاہتا ہے کہ اِلَّا اللّٰہُ سے اس کا دل معمور ہو جائے وہ لَا اِلٰہَ کے ذریعے سے نجات حاصل کرے ورنہ قلب میں حسینوں کا نمک حرام بھی ہو اور اللہ کا سلام وپیام بھی ہو یہ ناممکن ہے، نافرمانی اور نسبت مع اللہ جمع نہیں ہو سکتے۔

نورِ ذکر نارِ شہوت کو مغلوب کرتا ہے

ارشاد فرمایا کہ گناہ کے تقاضوں کی آگ اللہ کے نورِ ذکر سے بجھے گی۔ گناہ کرنے سے یہ آگ اور بڑھے گی کیوں کہ گناہ کا مرکز دوزخ ہے اسی لیے گناہ گاروں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا اگر بلا توبہ مرے۔ لہٰذا نارِ شہوت یعنی گناہوں کے تقاضوں کی آگ گناہ کرنے سے کم نہیں ہوگی، بد نظری سے اور حسینوں سے لپٹنے چپٹنے سے یہ آگ اور بڑھے گی، لہٰذا ان تقاضوں کو اگر کم کرنا چاہتے ہو تو اللہ کا ذکر کرو۔ نار کا علاج نور ہے۔ نار کا علاج نار نہیں ہے کہ آگ میں اور آگ ڈالو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نارِ شہوت چہ کشد نورِ خدا
نورِ ابراہیم را ساز اوستا

نورِ ابراہیم علیہ السلام نے نارِ نمرود کو بجھا دیا اور نارِ نمرود نورِ ابراہیم علیہ السلام کو نہ بجھا سکی۔ لہٰذا اللہ کے نور پر مخلوق کی طاقت کیسے اثر انداز ہو سکتی ہے؟ اللہ کے نور میں وہ طاقت ہے جو نارِ شہوت کو بجھا دے گی اس لیے جو لوگ اللہ والے، صاحبِ نسبت اور صاحبِ نور ہو گئے تو ان کے نفس کے سابقہ تقاضائے شہوت ان کے نور پر اثر انداز نہ ہو سکے بلکہ اللہ والوں کے نور نے ان کی نارِ شہوت کو ایسا دبایا کہ وہ خود بھی اور زیادہ قوی النور ہو گئے اور ان کے پاس بیٹھنے والے بھی صاحبِ نور اور اللہ والے ہو گئے اور ان کی نارِ شہوت بھی نور سے مغلوب ہو گئی۔

ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ذکر روح کی غذا ہے۔ ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہے۔ جتنا پیٹ کے فاقے سے ڈرتے ہو اس سے زیادہ روح کے فاقہ سے ڈرو کیوں کہ پیٹ کی روٹی

سے جسم کی حیات ہے اور روح کی حیات اللہ کا نام ہے۔ اگر روح نہ رہے تو کوئی روٹی کھا سکتا ہے؟ لہٰذا ذکر میں ناغہ کرکے روح کو فاقہ نہ دو۔

آیتِ شریفہ میں اہلِ ذکر سے مراد علماء ہیں

ارشاد فرمایا کہ آیت فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ[۴۳] میں اہلِ ذکر سے کیا مراد ہے؟ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اہلِ ذکر سے مراد علماء ہیں۔ اب آپ کہیں گے کہ مجھے کسی مستند کتاب کا حوالہ دو، تو حوالہ بھی دیتا ہوں۔ علامہ آلوسی سید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر روح المعانی دنیا میں سب سے بڑی اور قابلِ اعتماد تفسیر ہے جس کی تعریف علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی فرمایا کرتے تھے اور حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں تقریباً بارہ آنہ علم تفسیر روح المعانی سے لیا ہے۔ تو صاحب روح المعانی فرماتے ہیں اَلۡمُرَادُ بِاَھۡلِ الذِّکۡرِ الۡعُلَمَاءُ بِاَخۡبَارِ الۡاُمَمِ السَّالِفَۃِ[۴۴] اہلِ ذکر سے مراد علماء ہیں۔

اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے کیوں تعبیر کیا؟

ارشاد فرمایا کہ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے کیوں تعبیر کیا، یہاں اہلِ علم کیوں نہیں نازل فرمایا؟ میرے شیخ اوّل شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکتہ بیان فرمایا کہ علماء اصل میں وہ ہیں جن پر اللہ کی یاد غالب ہو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو اہلِ ذکر سے تعبیر کرکے قیامت تک کے مولوی اور علماء کو غیرت دلائی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم خالی علم حاصل کرنے میں مشغول رہو اور پڑھنے پڑھانے میں ہماری یاد سے غافل ہو جاؤ، لہٰذا ہم تمہارا نام ہی اہلِ ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ تمہیں شرم آئے کہ ہمارا نام اللہ نے اہلِ ذکر فرمایا اور ہم ذکر سے غافل ہو جائیں، اس لیے کہ علماء میں جتنی روحانیت ہوگی امت کو اتنا ہی فیض ہوگا۔

۴۳؎ النحل:۴۳

۴۴؎ روح المعانی:۱۵۰/۱۴، النحل (۴۳)، دار احیاء التراث، بیروت

ذِکر اللہ کی طاقت

ارشادفرمایا کہ ایک کروڑ بادام کھالو اور ایک دفعہ محبت سے اللہ تعالیٰ کا نام لے لو تو ایک مرتبہ اللہ کا نام لینے کی طاقت کیا ہے؟ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب جہاد ہورہا ہو، اس وقت جان کی بازی لگانی ہے، اس وقت بادام اور خمیرہ اور شربتِ روح افزا کام نہ دے گا۔ اِذَا لَقِیۡتُمۡ فِئَۃً جب تم کفار کی جماعت سے لڑرہے ہو اور جان کی بازی لگارہے ہو تو فَاثۡبُتُوۡا اس وقت ثابت قدم رہو۔ لیکن یہ ثابت قدمی کیسے نصیب ہوگی؟ وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا[۴۵] ایسے کڑے وقت میں اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرو، اس کے نام کی طاقت سے تم دشمنوں پر غالب رہو گے۔

ذکر اللہ کا مزہ جنّت سے بھی زیادہ ہے

ارشادفرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے برابر جنت بھی نہیں ہوسکتی کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ[۴۶] میرا کوئی مثل نہیں جب ان کی ذات کا کوئی مثل نہیں ہوسکتا تو ان کے نام کی لذّت کا بھی کوئی مثل نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب جنّت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا تو کسی جنتی کو جنّت کی کوئی نعمت یاد نہیں آئے گی۔

چناں مست ساقی کہ مے ریختہ

ذکر اللہ کے دو حق

ارشاد فرمایا کہ دوستو! میں یہ عرض کررہا ہوں کہ ذکر کے دو حقوق ہیں:
نمبر۱) ذکر کا ایک حق تو اس کی کمیّت ہے کہ کسی شیخ کامل سے مشورہ کرکے ذکر کیجیے۔ جیسے کوئی طاقت کی دوا یا کوئی خمیرہ آپ کسی طبیب سے پوچھ کر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح شیخ سے

۴۵؎ الانفال:۴۵
۴۶؎ الاخلاص:۴

مشورہ کی ضرورت ہے کہ کتنا ذکر کریں۔ ذکر اللہ کا دوسرا حق کیفیتِ ذکر ہے۔ ذکر کمّاً اور کیفاً کامل ہو یعنی جو مقدار شیخ بتائے وہ مقدار پوری کیجیے۔ الّا یہ کہ نزلہ، زکام، بخار ہو یا سفر ہو لیکن بالکل ناغہ پھر بھی نہ کریں۔ جیسے سفر میں اگر کھانا نہیں ملتا تو ایک پیالی چائے اسٹیشن کی پی لیتے ہیں جو بالکل نام کی چائے ہوتی ہے تاکہ زکام نہ ہو۔ اسی طرح سفر میں مجبوری ہے تو چلیے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی ایک ہی تسبیح پڑھ لیجیے اور ایک تسبیح اللہ اللہ کر لیجیے۔ بغیر اللہ کا ذکر کیے ہوئے سوجانا مناسب نہیں اور جب حالتِ سفر نہ ہو تو مقدار و کمیت پوری کر لیجیے اور دوسری چیز کیفیت ہے۔ اللہ کا نام محبت سے لیا جائے اور اس کی حسی مثال حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے یوں پیش فرمائی کہ اگر آپ کو ایک گلاس پانی کی پیاس ہے لیکن کوئی ایک چمچہ پانی پیش کرے تو کیا پیاس بجھے گی؟ معلوم ہوا کہ مقدار بھی پوری ہونی چاہیے۔ اسی طرح اگر پانی تو ایک گلاس بھر کر دیا، مقدار تو پوری کی مگر دھوپ کا جلا ہوا گرم پانی ہو تو بھی پیاس نہیں بجھے گی کیوں کہ کمیت تو صحیح تھی لیکن کیفیت نہیں تھی۔ اسی طرح ذکر کی کمیت و مقدار بھی پوری ہو اور کیفیت بھی صحیح ہو، تب نفع کامل ہوتا ہے۔ جس طرح ہم آپ جسمانی غذاؤں میں سوچتے ہیں کہ کمیت بھی پوری ہو اور کیفیت بھی صحیح ہو۔ مثلاً کباب ہے، اگر وہ ٹھنڈا ہو فریج کا تو مزہ آئے گا؟ گرم کباب ہو، گرم سالن ہو تو مزہ زیادہ آتا ہے۔

ذکر اللہ وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے

ارشاد فرمایا کہ اسی طرح جب اللہ اللہ کرتے رہو گے تو ضرور اللہ تک پہنچ جاؤ گے۔ ذاکر ایک ہی سانس میں جب اللہ کہتا ہے تو اپنے نام کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دروازہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اَلذَّاکِرُ کَالْوَاقِفِ عَلَی الْبَابِ یعنی اَلَّذِیْ ذَکَرَ کَالَّذِیْ وَقَفَ عَلٰی بَابِ اللہِ جس نے اللہ کہا وہ اللہ کے دروازے تک پہنچ گیا لیکن دروازہ ابھی نہیں کھلے گا، کھٹکھٹاتے رہو، جب ان کو رحم آجائے گا، دروازہ کھل جائے گا اور حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ اللہ کرنے والا ایک نہ ایک دن ضرور صاحبِ نسبت ہو جاتا ہے۔ ذکر کرنے میں تو زمانہ لگ سکتا ہے، سال بھر، چھ مہینہ لیکن فرماتے ہیں کہ جب دروازہ کھلتا ہے، جب نسبت عطا ہوتی ہے تو اس میں تدریج نہیں ہوتی۔ نسبت اچانک عطا ہوتی ہے آنِ واحد میں۔ دنیا میں بھی دیکھیے آپ

دیر تک دروازہ کھٹکھٹاتے رہیے، لیکن صاحبِ مکان جب دروازہ کھولتا ہے تو اچانک کھولتا ہے، تھوڑا تھوڑا نہیں کھولتا۔ ایسا نہیں ہوتا کہ پہلے ذرا ناک نکالی، پھر منہ نکالا، پھر سامنے آیا، دروازہ اچانک کھلتا ہے۔ حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی نسبت جو اولیاء اللہ کو دیتا ہے یہ اچانک عطا فرماتا ہے۔ لیکن اس کے لیے اسباب یہ ہیں: ۱) شیخ کا ہونا یعنی صحبتِ اہل اللہ کا التزام۔ ۲) ذکر اللہ کا دوام۔ ۳) گناہوں سے بچنے کا اہتمام۔ اگر اُمت یہ تین کام کرے تو اس کے ولی اللہ ہونے میں کوئی شک نہ رہے اور یقیناً ساری اُمت ولی اللہ ہو جائے۔

ذکر کی ترغیب

ارشاد فرمایا کہ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اے دنیا والو! تم اپنے دن کے جھگڑوں سے ہم کو یاد نہیں کرتے ہو کہ آج آٹا نہیں ہے۔ دال نہیں ہے، فلاں کام کیسے ہو گا۔ ارے! جب ہم سورج پیدا کر سکتے ہیں اور دن بنا سکتے ہیں تو ہم تمہارے دن کے کاموں کی تکمیل نہیں کر سکتے؟ رَبُّ الْمَشْرِقِ کی یہ تفسیر ہے کہ جب میں مشرق پیدا کر دیتا ہوں یعنی سورج نکال دیتا ہوں، اتنا بڑا کرّہ جو ساڑھے نو کروڑ میل پر ہے اور سارے عالَم کو روشن کرتا ہے جو اللہ اس کو پیدا کر کے دن پیدا کر سکتا ہے وہ تمہارے آٹے دال کا انتظام بھی کر سکتا ہے۔ اللہ پر بھروسہ کر کے ذکر شروع کر دو۔ ذکر کرتے کرتے خواہ مخواہ وسوسہ آتا ہے لیکن کیا کوئی ذکر چھوڑ کر آٹا خریدنے جاتا ہے۔ خواہ مخواہ شیطان ذکر کے درمیان ہم کو بیکری اور انڈا مکھن میں لگا دیتا ہے۔ وَالْمَغْرِبِ اور اگر رات کی تمہیں تشویشات ہیں تو میں رَبُّ الْمَغْرِبِ ہوں، رات کا پیدا کرنے والا ہوں، خالق اللّیل ہوں لہٰذا جب میں رات کو پیدا کر سکتا ہوں تو تمہارے رات کے سب کام بھی بنا سکتا ہوں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ کے سوا تمہارا کوئی نہیں ہے لہٰذا اسی کے دروازہ پر سر رکھے پڑے رہو۔

سر ہما نجانہہ کہ بادہ خوردئی

جو آخری دروازہ ہے، آخری چوکھٹ ہے اسی پر سر رکھے ہوئے اپنے معمولات پورے کرو اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے صوفیا کے ذکر نفی و اثبات کا ثبوت بھی مل گیا۔ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا اور اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنا لیجیے، وہی ہمارا کارساز ہے۔

ذکرِ منفی کا نور زیادہ قوی ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ حلاوتِ ایمانی کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ کی محبت کی مٹھاس جس سے اس کی عبادت لذیذ ہو جاتی ہے، اس کا سجدہ دو سو سلطنت سے افضل ہو جاتا ہے، اس کی دو رکعت دوسروں کی لاکھ رکعات سے افضل ہو جاتی ہے، اس کا ایک بار اللہ کہنا دوسروں کے لاکھوں بار اللہ کہنے سے افضل ہوتا ہے، کیوں کہ حلاوتِ ایمانی ذکر منفی سے عطا ہوتی ہے اور ذکر منفی کا نور ذکر مثبت سے قوی ہوتا ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک ہزار تہجد کا نور ایک پلڑے میں رکھ دو اور گناہ سے بچنے کا غم اُٹھانے کا نور دوسرے پلڑے میں رکھ دو تو یہ نور ہزاروں تہجد کے نور سے زیادہ قوی ہوگا۔ ایک شخص بازار میں جارہا ہے، سامنے لڑکی آگئی، اس نے اپنی نظر کو بچالیا اور دل پر نہ دیکھنے کے غم کی تکلیف کو اُٹھالیا تو اس کا نور زیادہ قوی ہوگا۔

ذکر اللہ کا التزام

ارشاد فرمایا کہ اللہ والوں سے تھوڑا سا ذکر پوچھ لو کیوں کہ ذکر میں خاصیت ہے کہ اللہ کی محبت پیدا کرتا ہے۔ خود حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے یوپی کے شہر پیلی بھیت کے ایک ولی اللہ سے پوچھا کہ اللہ کی محبت حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت اس وقت نوجوان تھے۔ ان بزرگ نے فرمایا: میاں! مولانا اشرف علی! ذرا ہاتھ کو رگڑو۔ حضرت نے دونوں ہاتھوں کو رگڑا۔ حضرت ان کے معتقد تھے۔ فرمایا کہ ابھی اور رگڑو۔ اور رگڑا اور کہا کہ حضرت ہاتھ گرم ہوگیا۔ فرمایا کہ نہیں ابھی اور رگڑو۔ جب اور رگڑا تو کہا کہ حضرت اب تو ہتھیلیاں آگ ہوگئیں۔ ہاتھ میں آگ لگ گئی، اب میں زیادہ رگڑ نہیں سکتا۔ فرمایا کہ اللہ کا ذکر کیا کرو۔ ایک اللہ کے بعد جب دوسرا اللہ نکلے گا تو دل میں رگڑ لگے گی اور رگڑ لگتے لگتے دل میں اللہ کی محبت کی آگ لگ جائے گی۔ اس کے بغیر جو لوگ دعوت دے رہے ہیں تو وہ حقیقتاً دعوت نہیں ہے۔ جسم ہے روح نہیں ہے، کیوں کہ دعوت الی اللہ، اللہ کی طرف بلانا، یہ لگانا ہے اور لگاوہی سکتا ہے جس کو لگی ہوئی ہو۔ جس ظالم کو خود نہیں لگی ہے وہ کیا دوسروں کو لگا سکتا ہے۔ اور ذکر میں ناغہ نہ کرے، مزہ آئے نہ آئے، ذکر کیے جائے۔

ذکر اللہ فکر کے جمود کو ختم کرتا ہے

ارشاد فرمایا کہ اگر فکر افسردہ ہو یعنی آخرت یاد نہ آتی ہو، دل میں سُستی ہو اور دنیا کی محبت دل پر غالب آگئی ہو تو فرماتے ہیں کہ تم اللہ کا ذکر کرو، ذکر اللہ تمہاری فکر افسردہ وجامد کو گرم کردے گا اور اس میں نور پیدا ہو جائے گا اور فکر کا جمود ختم ہو جائے گا۔

ذکر اللہ باعثِ استقامتِ قلب ہے

ارشاد فرمایا کہ دیکھیے! قطب نما کی سوئی میں مقناطیس کی ذرا سی پالش لگتی ہے تو وہ سوئی مرکزِ مقناطیس، قطب شمالی کی طرف ہر وقت مستقیم رہتی ہے، اور لاکھوں ٹن لوہا جس میں مقناطیس کی یہ پالش نہ ہو اس کی استقامت کو پھیرا جاسکتا ہے۔ شرق وغرب، شمال جنوب، جس طرف چاہو اس کا رخ کرلو، لیکن اس سوئی کا رخ آپ نہیں بدل سکتے۔ ایسے ہی یہ چھوٹا سا دل ہے اگر اس میں اللہ کے ذکر کی برکت سے نور کی پالش لگ جائے تو مرکزِ نور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک اس کو ہر وقت اپنی طرف کھینچے رکھتی ہے۔

روح کی غذا

ارشاد فرمایا کہ اللہ والا بننے کے لیے ایک تو اہل اللہ کی صحبت ضروری ہے۔ دوسرے جو ذکر وہ بتادیں اس کا اہتمام ضروری ہے۔ ذکر میں ناغہ نہ ہونا چاہیے۔ ذکر کا ناغہ رُوح کا فاقہ ہے۔ ذکر پر دوام کی ایک ترکیب یہ بھی ہے جس دن ذکر میں ناغہ ہو جائے اس دن نفس کو فاقہ کرائیے۔ روٹی نہ کھائیے۔ جس دن نفس کہے کہ آج ذکر نہیں کروں گا تو اس سے یہ کہہ دیجیے کہ تو قائم ہے رُوح سے، اگر رُوح نہ ہوگی تو تُو کچھ نہیں کھا سکتا اور رُوح کو تو فاقہ کرا رہا ہے لہٰذا آج میں بھی تجھے کچھ نہیں کھانے دوں گا۔ جس دن آپ نے اپنا انڈا مکھن بند کیا تو نفس فوراً تیار ہو جائے گا ذکر کے لیے۔ کچھ دن تکلّف سے کرنا پڑے گا لیکن جب عادت پڑ جائے گی تو اللہ کے ذکر کے لیے روح بے چین رہے گی۔ جب تک ذکر نہ کرلیں گے نیند نہ آئے گی۔

جب بُری چیزوں کی عادت پڑ جاتی ہے، سگریٹ نہیں ملتا تو آدمی اِدھر اُدھر چھپ

چھپا کے پی لیتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ مولانا کا وعظ تو لمبا ہو رہا ہے اور مجھے طلب ہے سگریٹ کی۔ جب بُری چیزوں کی ایسی عادت ہو سکتی ہے تو اللہ کے ذکر کا کیا پوچھنا۔ یہ تو روح کی غذا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ذکرِ حق آمد غذا ایں رُوح را
مرہم آمد ایں دلِ مجروح را

اللہ کا ذکر اس رُوح کی غذا ہے اور جن کے دل اللہ کی محبت سے زخمی ہیں ان کے لیے ذکرِ حق مرہم ہے۔

اور فرماتے ہیں ؎

ہر کہ باشد قوتِ او نورِ جلال
چوں نہ زائد از لبش سحرِ حلال

جن اللہ والوں کی غذا اللہ کا ذکر ہے ان کے لبوں سے کلامِ مؤثر کیوں نہ پیدا ہوگا۔ سحرِ حلال کا ترجمہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بین القوسین کلامِ مؤثر لکھا ہے۔ جو اللہ والے ہوتے ہیں، اللہ اللہ کرتے ہیں، تہجد میں اُٹھ کر راتوں کو روتے ہیں، ان کے کلام میں اللہ نور عطا کرتا ہے۔ درد عطا کرتا ہے، اثر پیدا کرتا ہے۔

تو دوستو! اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:

۱) اہتمامِ ذکر اللہ ۲) صحبتِ اہل اللہ ۳) تَفَكَّرُوْا فِيْ خَلْقِ اللّٰهِ[۲۷]

ذکر اللہ سے حصولِ اطمینانِ قلب کی ایک عجیب تمثیل

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ جدہ سے حرم شریف جانے کے لیے میں کار میں بیٹھا۔ خوب گرمی اور لُو تھی اور موٹر چلانے والے میرے شیخ کے خلیفہ انجینئر انوار الحق صاحب تھے۔ حضرت نے فرمایا: جلدی سے ایئر کنڈیشن چلا دو۔ ایئر کنڈیشن چلا دیا گیا لیکن کار میں ٹھنڈک نہیں آئی تو حضرت نے فرمایا کہ

---

[۲۷] الترغیب والترہیب لقوام السنۃ: ۱/۳۸۹ (۶۷۰)، دار الحدیث، القاہرہ

کیا وجہ ہے تمہارا ایئر کنڈیشن کچھ ناقص ہے؟ ٹھنڈک کیوں نہیں آرہی؟ تو انوارالحق صاحب نے کہا کہ شاید کار کا کوئی شیشہ کھلا ہوا ہے جس سے خارجی گرمی آرہی ہے۔ دیکھا تو میری ہی طرف کا شیشہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔ میں نے جلدی سے شیشہ بند کر دیا اور تھوڑی دیر میں پوری کار ٹھنڈی ہوگئی۔ گرمی اور لو سے حفاظت ہوگئی۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے اس پر ایک عجیب بات فرمائی جو قابلِ توجہ ہے کہ دیکھو! ایئر کنڈیشن کا فائدہ تب ہوا جب شیشہ چڑھایا گیا۔ کار میں چار شیشے ہوتے ہیں لیکن انسان میں پانچ شیشے ہیں۔ قوتِ باصرہ (دیکھنے کی قوت) قوتِ سامعہ (سننے کی قوت) قوتِ شامہ (سونگھنے کی قوت) قوتِ ذائقہ (چکھنے کی قوت) قوتِ لامسہ (چھونے کی قوت)۔ اللہ کے ذکر کا پورا فائدہ جب ملے گا جب ان پانچوں راستوں پر اللہ کے خوف کا شیشہ چڑھالو گے یعنی جب ان پانچوں قوتوں سے کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف نہ ہو تو سمجھ لو کہ تقویٰ کا شیشہ چڑھ گیا۔ پھر جب اللہ کا ذکر کرو گے، پھر ایک اللہ جب منہ سے نکلے گا تو اتنا مزہ آئے گا کہ جنت سے زیادہ۔ اللہ کا نام لینے میں وہ شخص دنیا کی زمین پر جنت سے زیادہ مزہ پائے گا جو تقویٰ اختیار کرتا ہے۔

ذکر اللہ کا نفع کامل تقویٰ پر موقوف ہے

ارشاد فرمایا کہ ذکر اللہ کے ایئر کنڈیشن سے چین و سکون واطمینان کی جو ٹھنڈک دل کو ملتی ہے اس سے یہ ظالم محروم ہیں۔ فرمایا کہ جس دن تقویٰ کا یہ شیشہ حواسِ خمسہ پر چڑھ جائے گا یعنی گناہ چھوٹ جائیں گے اس دن منہ سے ایک اللہ جب نکلے گا تو زمین سے آسمان تک ایئر کنڈیشن بن جائے گا اور دل کو سکون کامل نصیب ہو جائے گا۔ بتائیے کتنا بڑا علم ہے؟ دیکھیے! نئی موٹر تھی۔ نیا ایئر کنڈیشن تھا مگر شیشہ کھلنے سے ایئر کنڈیشن کا نفع کامل نہیں ہوا۔ اسی طرح ذکر اللہ کے ساتھ اگر کوئی گناہ بھی کرتا ہے تو گویا وہ کھڑکی کا شیشہ کھول دیتا ہے جس سے گرمی اندر آنے لگتی ہے اور دل میں کامل سکون حاصل نہیں ہو سکتا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر فی الحال کسی سے گناہ نہیں چھوٹ رہے تو وہ تنگ آکر ذکر ہی چھوڑ دے۔ ہرگز ایسا نہ کرے۔ اگر گناہ نہیں چھوٹتے تو ذکر اللہ بھی نہ چھوڑے۔ ایک دن یہ ذکر اس سے گناہ چھڑا دے گا۔ ایک تہجد گزار چور تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

کیا گیا کہ فلاں شخص تہجد بھی پڑھتا ہے اور چوری بھی کرتا ہے تو آپ نے فرمایا: اس کی نماز اس کی چوری پر غالب آجائے گی۔ لہٰذا جو لوگ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں گناہوں کو چھوڑنے کی پوری کوشش کریں تاکہ ذکر اللہ کے ایئر کنڈیشن کا پورا مزہ حاصل ہو لیکن جب تک گناہ نہ چھوٹیں تو نیک کام بھی نہ چھوڑیے۔ اگر برائی نہیں چھوٹتی تو بھلائی بھی مت چھوڑیے۔ ذکر و عبادت کیے جایئے۔ ان شاء اللہ! ایک دن اس کی برکت سے گناہ چھوٹ جائیں گے۔ بشرط یہ کہ اخلاص کے ساتھ گناہ چھوڑنے کی پوری کوشش کریں اور اس کی تدابیر بھی کریں۔ یعنی شیخ یا مصلح کو اطلاع کرتے رہیں کہ باوجود ذکر کے، اشراق و تہجد کے ایک گناہ میں بھی مبتلا ہوں مثلاً کسی عورت کو دیکھے بغیر نہیں رہتا، مجال نہیں کہ کوئی عورت گزرے اور میں اس کو نہ دیکھوں۔ شیخ علاج بھی بتائے گا اور اللہ سے روئے گا بھی۔ اس کی دُعا کی برکت سے ان شاء اللہ! ایک دن توبہ نصیب ہو جائے گی۔

ذکرِ مثبت اور ذکرِ منفی

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کی دو قسمیں ہیں: ۱) یادِ مثبت یعنی امتثالِ اوامر ۲) یادِ منفی یعنی ترکِ نواہی۔ اگر ہم احکام کو بجالاتے ہیں تو یہ ذکرِ مثبت ہے۔ جیسے نماز کا وقت آگیا تو نماز ادا کرلی اور گناہ چھوڑنا، یہ ذکرِ منفی ہے جیسے نامحرم عورت سامنے آگئی تو نظر بچالی اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے سودا کرلیں کہ اے اللہ! بصارت کی حلاوت یعنی آنکھوں کی مٹھاس تو میں نے آپ کو دے دی، اب آپ مجھے حلاوتِ ایمانی یعنی ایمان کی مٹھاس عطا فرمادیجیے۔

ذکر اللہ کی لذّت کا کوئی ہمسر نہیں

ارشاد فرمایا کہ دلیل یہ ہے کہ جنت مخلوق ہے، حادث ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم ہیں اور واجب الوجود ہیں۔ کیا خالق کی لذت کو مخلوق پاسکتی ہے؟ جنت خالق نہیں ہے، مخلوق ہے۔ تو اللہ کے نام کی مٹھاس اور لذت کو مخلوق کیسے پائے گی جبکہ خود فرمارہے ہیں وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ نکرہ تحت النّفی واقع ہو رہا ہے جو فائدہ عموم کا دیتا ہے یعنی اللہ کا کوئی ہمسر نہیں تو پھر اللہ کے نام کی لذت کا کیسے کوئی ہمسر ہو سکتا ہے؟ میرا ایک اُردو شعر ہے ؎

اللہ اللہ کیسا پیارا نام ہے
عاشقوں کا مینا اور جام ہے

قرآن پاک سے ذکر اسمِ ذات کا ثبوت

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ [۴۸] اپنے ربّ کا اسم مبارک لو۔ ربّ کا اسم مبارک کیا ہے؟ اللہ فرماتے ہیں کہ اسم ذات کا ثبوت اسی آیت سے ہے۔ صوفیا کا ذکر اللہ اللہ جو ہے اسی آیت سے ثابت ہے۔ حضرت حکیم الامّت مجدد الملّت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بوادر النوادر'' میں لکھا ہے صحابہ کے زمانہ میں ذکر کا ثبوت موجود ہے۔ جب وہ قرآن پاک یاد کرتے تھے تو ایک ایک لفظ کا رسوخ و تکرار کرتے تھے۔ تکرارِ لفظ سے ذکر راسخ ہو جاتا تھا۔ وہ زمانہ تو عہدِ نبوت کا تھا۔ نبوت کی ایک نظر سے وہ صاحبِ نسبت ہو جاتے تھے اور نسبت بھی ایسی کہ قیامت تک آنے والا بڑے سے بڑا ولی ایک ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اب زمانہ عہدِ نبوت سے بُعد کا آگیا، لہٰذا صوفیا نے یہ طریقہ نکالا کہ جیسے صحابہ ایک ایک لفظ کی تکرار کر کے قرآن یاد کرتے تھے۔ مثلاً اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ [۴۹] اسی طرح ہم بار بار اللہ اللہ کہتے ہیں تاکہ اللہ دل میں یاد ہو جائے۔ یاد تو ہے لیکن دماغ میں ہے، دل میں جب اُترے گا جب ہم بار بار اللہ کہیں گے۔

ذکر کے حکم میں صفتِ ربوبیت کے بیان کی حکمت

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ میں ربّ کیوں فرمایا جبکہ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ بھی ہو سکتا تھا۔ بات یہ ہے کہ پالنے والے سے محبت ہوتی ہے، پالنے والے کو آدمی محبت سے یاد کرتا ہے۔ بتایئے! ماں باپ کی یاد میں مزہ آتا ہے یا نہیں؟ تو یہاں ربّ اس لیے نازل فرمایا کہ میرا نام محبت سے لینا۔ خشک مُلّاؤں کی طرح میرا

---

۴۸ المزمل:۸

۴۹ الانشقاق:۱-۲

ذکر مت کرنا، عاشقانہ ذکر کرنا کہ میں تمہارا پالنے والا ہوں، جس طرح اپنے ماں باپ کا محبت سے نام لیتے ہو۔ ماں باپ کا نام لے کر تمہاری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ کیا تمہارا اصلی پالنے والا میں نہیں ہوں؟ ماں باپ تو متولی تھے، تمہارا اصلی پالنے والا تو میں ہوں، ربّ العالمین ہوں۔ اس تربیت کی نسبت سے میرا نام محبت سے لینا۔

ذکر کی برکت سے غیر اللہ کی نجاست چھوٹے گی

ارشاد فرمایا کہ ایک دریا کے کنارے ایک شخص واجب الغسل کھڑا تھا جس کے بدن پر نجاست لگی ہوئی تھی۔ دریا نے کہا کہ کیا بات ہے؟ تُو بہت دیر سے باہر کھڑا ہے۔ کہا کہ مارے شرم کے تیرے اندر نہیں آرہا ہوں کہ میں ناپاک ہوں اور تو پاک ہے۔ دریا نے کہا: تو قیامت تک ناپاک ہی کھڑا رہے گا۔ جس حالت میں ہے میرے اندر کود پڑ۔ تیرے جیسے لاکھوں یہاں پاک ہوتے رہتے ہیں اور میرا پانی پاک رہتا ہے لہٰذا اللہ کی یاد میں دیر مت کرو۔ کیسی ہی گندی حالت میں ہو اللہ کا نام لینا شروع کردو۔ ذکر کی برکت سے غیر اللہ کی نجاست چھوٹے گی۔

ذکر نفی و اثبات کا ثبوت

ارشاد فرمایا کہ تصوف میں دو اذکار ہیں اسم ذات اور نفی و اثبات۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ جو ہے اسی سے صوفیا کے ذکر نفی و اثبات کا ثبوت ملتا ہے۔[۵۰]

ذکر کا حاصل غرق فی النُّور ہونا ہے

ارشاد فرمایا کہ اگر علم کے باوجود دل خدا کے لیے بے چین نہ رہے، اللہ تعالیٰ کی پیاس اور تڑپ دل میں پیدا نہ ہو تو علم کی حقیقت حاصل نہیں ہوئی۔ علم کا حاصل یہ ہے کہ دل اللہ کی یاد میں ڈوبا ہوا ہو۔ حکیم الامت کے وصایا میں ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے لیے بے چین رہے، کس طرح بے چین رہے؟ جیسے مچھلی پانی میں چین پاتی ہے۔ پانی کے ساتھ نہیں، پانی میں

۵۰؎ التفسیر المظھری: ۱۰/۱۱۱، المزمل (۹)، دار احیاء التراث، بیروت

چین پاتی ہے۔ سر کے اوپر بھی پانی ہو، داہنے بھی، بائیں بھی، اوپر بھی، نیچے بھی پانی غرض ہر طرف سے پانی میں ڈوبی ہوئی ہو لیکن اگر پانی کے ساتھ ہو مثلاً مچھلی کا سر کھلا ہو تو سمجھ لو کہ اس مچھلی کی حیات تنگِ ممات ہوتی ہے، سوکھتی چلی جاتی ہے لہٰذا اگر جسم کا کوئی عضو گناہ میں مبتلا ہے تو وہ دریائے قربِ الٰہی سے باہر ہے، اس کی روح کی مچھلی پانی کے ساتھ تو ہے مگر پانی میں نہیں ہے، اس لیے اَلَا بِذِکۡرِ اللہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ کی تفسیر میں اس بات کو علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ وقت کے امام بیہقی نے فرمایا کہ اے دوستو! اَلَا بِذِکۡرِ اللہِ میں جو ''باء'' ہے یہ ''باء'' بمعنٰی ساتھ کے نہیں ہے، مصاحبت کے معنٰی میں نہیں ہے بلکہ بمعنٰی ''فِیۡ'' کے ہے۔ کَمَا اَنَّ السَّمَکَۃَ تَطۡمَئِنُّ فِی الۡمَاءِ لَا بِالۡمَاءِ [۵۱] جس طرح مچھلی پانی میں ڈوب کر چین پاتی ہے، پانی کے ساتھ نہیں۔ مثلاً مچھلی کا سر کھلا ہوا ہے یا اس کے جسم کا کوئی حصہ پانی سے خارج ہے تو اس مچھلی کو چین نہیں مل سکتا۔ اسی طرح اگر ہمارا کوئی عضو گناہوں میں مبتلا ہے، آنکھیں بد نظری میں مبتلا ہیں، کان گانا سننے میں مبتلا ہیں، زبان جھوٹ اور غیبت میں مبتلا ہے تو سمجھ لو کہ دریائے قربِ الٰہی سے ہماری روح کی مچھلی کے وہ اعضاء خارج ہیں لہٰذا روح کو چین نہیں مل سکتا۔ اس لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے خدا کے عاشقوں کو اللہ کے دریائے قرب کی مچھلی سے تعبیر فرمایا ہے اور کیا پیارا عنوان ہے ؎

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال

یہ اللہ والے دریائے قربِ جلال کی گہرائیوں میں رہنے والی مچھلیاں ہیں کیوں کہ جو مچھلی گہرے پانی میں نہیں ہوتی، تھوڑے پانی میں ہوتی ہے، جون کے مہینے میں اس کو چھوٹے چھوٹے بچے بھی پکڑ لیتے ہیں۔ جن کا ذکرُ اللہ اور تقویٰ کا دریائے نور اور دریائے قرب گہرا نہیں ہے یہ معاشرہ سے، سوسائٹی سے، جاہ اور مال، حبِ دنیا و نام کے چکر میں آکر استقامت سے محروم ہو جاتے ہیں اور جو مچھلیاں گہرے پانی میں ہوتی ہیں، جب سورج پانی کی سطح ظاہر کو گرم کرتا ہے وہ اندر گھس جاتی ہیں، اس لیے حکم ہے کہ کثرت سے اللہ کو یاد کرو تاکہ تمہارے دریائے قرب میں گہرائیاں ہوں اور غیر اللہ تم کو متأثر نہ کر سکے اور تم اس وقت دریائے قرب کی گہرائیوں میں اُتر جاؤ۔ لہٰذا اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ ذکر کے تھوڑے سے پانی میں گزارہ نہیں ہو گا۔

---

۵۱ التفسیر المظہری: ۲۳۶/۵، الرعد (۲۸)، مکتبۃ الرشدیۃ

امن کہاں ہے؟

ارشادفرمایاکہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ دل کا چین اللہ کے ذکر میں ہے اور کہیں بھی نہیں۔ میں بتاتا ہوں، اس وقت مسجد کے اندر مسافر ہوں (یہ وعظ برطانیہ کے شہر لیسٹر کی مسجد الفیصل میں ہوا تھا) آپ سے مخاطب ہوں اور قسم کھا کر آپ سے کہتا ہوں کہ واللہ! چین اور سکون نہ قالینوں میں ہے نہ ایئر کنڈیشنوں میں، نہ بریانیوں میں ہے، نہ پونڈ کی گڈیوں میں، نہ وزارتِ عظمٰی کی کرسیوں میں اور نہ سلاطین کے تخت و تاج میں۔ اگر چین ہے تو اللہ کے نام میں ہے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

اور میں نے ایئر کنڈیشنوں میں خودکشی کرتے ہوئے پایا ہے۔ کروڑوں روپیہ والوں کو خودکشی کرتے ہوئے پایا ہے لیکن کسی اللہ کے ولی سے آج تک خودکشی ثابت نہیں۔ یہ دلیل کیا معمولی ہے؟ اللہ کی رحمت کا سایہ اللہ والوں پر رہتا ہے کچھ بھی ہو، ان کا دل غم پروف رہتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس کو اپنی تعبیر میں فرماتے ہیں ؎

آں یکے در کُنجِ مسجد مست و شاد
واں یکے در باغ ترش و نامراد

ایک شخص مسجد کی ٹوٹی ہوئی چٹائی پر اللہ اللہ کر رہا ہے اور مست و خوش ہو رہا ہے اور دوسرا شخص باغ میں ہے، پھولوں میں ہے مگر رو رہا ہے۔ پھولوں میں ہونے کے باوجود اس کے دل میں کانٹے گھسے ہوئے ہیں۔ اللہ چاہے تو پھولوں میں رُلا سکتا ہے اور کانٹوں میں ہنسا سکتا ہے۔ تو دوستو! دنیا میں کہیں چین نہیں۔ اگر چین ہے تو اللہ کو راضی کرنے میں ہے۔ مگر ذکر سے مراد دونوں ذکر ہیں۔ اللہ کو راضی بھی رکھیے اور اس کی ناراضگی سے بھی بچیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! اتنی مزے دار زندگی گزرے گی کہ سلاطین کو اس کا تصور بھی نہ ہو سکے گا۔

اللہ کے نام کی عظمت

ارشاد فرمایا کہ دوستو! حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کا نام لیتا ہوں اور مست ہوتا ہوں تو دو سلطنت کاؤس اور کے کی ایک جَو کے بدلے میں خریدنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یہ ہیں ہمارے اسلاف، یہ ہیں ہمارے باپ دادا ؂

چو حافظ گشت بے خود کے شمارد

بیک جو مملکت کاؤس و کے را

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے نام کی لذّت مجھے ملتی ہے تو کاؤس و کے کی سلطنت کو ایک جو کے بدلے میں نہیں خریدتا ہوں۔

ذکر اللہ سے نزولِ سکینہ کی دلیلِ نقلی اور ایک علمِ عظیم

ارشاد فرمایا کہ اب یہ ایمان ذوقی، حالی، وجدانی یعنی نسبتِ خاصہ مع اللہ کیسے حاصل ہو اس کو بیان کرتا ہوں اور یہ ایک علمِ عظیم ہے جو حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اختر کو بنگلہ دیش میں عطا فرمایا۔ مسلم شریف کی روایت ہے:

لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَّذْکُرُوْنَ اللہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلَآئِکَۃُ

جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتی ہے تو فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں۔ اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہے کہ ذاکرین کی فرشتوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ اس طرح خاکی مخلوق کو نوری مخلوق کی مصاحبت نصیب ہوتی ہے اور اس صحبت کی برکت سے فرشتوں کے پاکیزہ اخلاق اور ان کا ذوقِ عبادت ان خاکی بندوں کے قلوب میں منتقل ہونے کی توقع ہے۔

ذکر کا دوسرا انعام ہے **غَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ** اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنی آغوش میں لے کر ذاکرین کو پیار کر لیتی ہے۔ جس طرح غلبۂ رحمت سے ماں بچے کو سینہ سے چپکا کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ جب اور زیادہ رحمت و شفقت جوش کرتی ہے تو اپنا سر اور گردن بچے پر رکھ دیتی ہے۔

جب اور زیادہ پیار آتا ہے تو اپنے دوپٹہ سے اس کو بالکل ڈھانپ کر بچے کا پیار لیتی ہے اور اس وقت وہ غلبۂ رحمتِ مادر کا مجسمہ ہوتی ہے۔

پس غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ کے ترجمہ کی تعبیر عاشقانہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اہلِ ذکر کو پیار کرتے ہوئے اپنے آغوش میں ڈھانپ لیتی ہے۔

اور تیسرا انعام ہے نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ کہ ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے۔ یہ وہی سکینہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا:

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور جس کی تفسیر ابھی میں نے آپ سے بیان کی۔ اور یہ کہ سکینہ کیوں نازل کیا؟ فرماتے ہیں:

لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ[۵۲]

تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔ پس اس آیتِ شریفہ اور حدیثِ مبارکہ کو ملا کر جو ایک علمِ عظیم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا وہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذکر پر نزولِ سکینہ منصوص بالحدیث ہے اور سکینہ پر ازدیادِ ایمان منصوص بالقرآن ہے۔ معلوم ہوا کہ ذکر کے لیے سکینہ لازم ہے اور سکینہ کے لیے زیادتِ ایمان لازم ہے۔ پس ذکر اللہ ازدیادِ ایمان، ترقیٔ ایمان یعنی حصولِ نسبتِ خاصہ مع اللہ کا ذریعہ ہے۔

فضائلِ مجلسِ ذکر

لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَّذْكُرُوْنَ اللهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَآئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ[۵۳]

پہلی فضیلت

ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہاں کہیں کچھ

۵۲؎ الفتح: ۴

۵۳؎ صحیح مسلم: ۲/۳۴۵، باب فضل الاجتماع علیٰ تلاوۃ القرآن، ایچ ایم سعید

اللہ کے بندے مل کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو وہاں فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں تو آپ سوچیے کہ ان کی ملاقات ہوتی ہے تو کیا فرشتوں کی ملاقات سے ہم پر اچھا اثر نہیں آئے گا؟ کیا وہ نیک صحبت نہیں ہے؟ لٰہذا ذکر کی مجلس میں شرکت کی کوشش کیجیے۔ اپنے اہلِ حق حضرات میں سے جس کے یہاں بھی ذکر ہوتا ہو، سنت و شریعت کی اتباع ہوتی ہو، شرکت کریں تو ذکر کا پہلا انعام ملا فرشتوں کی ملاقات۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جب فرشتے خود عالمِ شہادت میں اللہ کو دیکھ کر وہاں ذکر کرتے ہیں تو ہم لوگوں کا عالم غیب کا ذکر سننے کیوں آتے ہیں؟ ہم تو گناہ گار ہیں۔ آٹا، دال، تیل، نمک، لکڑی کی فکر میں رہتے ہیں۔ سکونِ قلب بھی نہیں ہوتا۔ زبان سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہتے ہیں اور دل میں بیکری سے انڈا اور مکھن خریدنے کا خیال رہتا ہے کہ بیوی نے کہا ہے جب آؤ تو یہ چیزیں خرید کر لے آنا۔ اس کا جواب علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں دیا ہے کہ فرشتے دو وجہوں سے عالمِ مشاہدہ کا ذکر چھوڑ کر ہمارے عالمِ غیب کا ذکر سننے کے لیے آتے ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ آپس میں دیکھتے ہیں کہ ہم کو تو نمک، تیل، لکڑی کی فکر نہیں ہے اور ان بے چاروں کو اس کی فکر ہے۔ کسی کا بچہ بیمار ہے، کسی کو ٹائیفائڈ ہے، کسی کو نزلہ ہے اور کسی کو ٹائیفائڈ تو نہیں مگر کوالیفائڈ بننے کی فکر ہے۔ غرض طرح طرح کی فکریں ہیں۔ تو فرشتے دیکھتے ہیں کہ جب یہ ہزاروں فکروں کے باوجود اللہ کو نہیں بھولتے ہیں جیسے کہ ایک شاعر بزرگ فرماتے ہیں ؎

گو ہزاروں شغل ہیں دن رات میں
لیکن اسعدؔ آپ سے غافل نہیں

تو انہیں تعجب ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ چلو ان کا ذکر چل کر سنیں۔ ہمارے تو نہ بیوی نہ بچے، نہ جورو نہ جاتا بس خدا سے ناتا، اور ان کے تو سب کچھ ہیں۔ ہزاروں فکروں میں ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہیں۔ اس لیے اپنے ذکر سے انسانوں کے ذکر کو افضل سمجھتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتے دیکھتے ہیں کہ ہمارا ذکر تو عالمِ مشاہدہ کا ذکر ہے اور یہ تو

بغیر اللہ کو دیکھے اللہ پر مرے جارہے ہیں، اللہ کو یاد کررہے ہیں لہٰذا عالمِ غیب کے ذکر کو ترجیح دیتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

عشق من پیدا و دلبر ناپدید

ہمارا عشق ظاہر ہے اور ہمارا محبوب پوشیدہ ہے۔ اللہ کو دیکھا نہیں مگر اس کے لیے جاڑوں میں وضو کررہے ہیں۔ نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ ادا کررہے ہیں تو فرماتے ہیں؎

در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

دونوں عالم میں ایسا کوئی محبوب دکھاؤ کہ جس کو دیکھے بغیر اس پر سر برس رہے ہوں اور جہاں وہ پاؤں رکھتا ہو وہاں سر برستے ہوں۔ ذرا اللہ تعالیٰ جہاد فرض کردیں پھر دیکھو کہ مسلمان کی کیا شان ہے اور بغیر دیکھے وہ کیسے اللہ پر جانیں فدا کرتے ہیں؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

اور اُحد کے دامن میں ستر صحابہ ایک ہی دن میں شہید ہوگئے اور ان سب کی نماز جنازہ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی۔ اس وقت ہر جنازہ سے بزبانِ حال یہ آواز آرہی تھی۔ بزبانِ حال یاد رکھنا ورنہ آپ کہیں گے کہ ان کو اُردو کہاں سے آتی تھی؎

ان کے کوچہ سے لے چل جنازہ مرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لیے
بے خودی چاہیے بندگی کے لیے

میاں بغیر دیوانگی اور محبت کے محض عقل سے اللہ نہیں ملتا۔ اکبر الٰہ آبادی کہتے ہیں جو جج اور گریجویٹ تھے، ان کا شعر ہے؎

تُو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
میں جان گیا بس تری پہچان یہی ہے

اور عقل میں جو آجائے وہ خدا ہو ہی نہیں سکتا کیوں کہ عقل محدود ہے۔ محدود میں غیر محدود کیسے

آئے گا؟ اگر کسی کے عقل میں آجائے کہ خدا یہ ہے تو ہر گز وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اللہ غیر محدود ہے وہ محدود عقل میں کیسے آئے گا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ خبر دار! مخلوق میں تو غور و فکر کرو مگر اللہ کی ذات میں مت سوچو۔ تمہاری قوتِ عقلیہ اور فکر یہ محدود ہے۔ بھلا ایک گلاس میں مٹکے کا پانی آسکتا ہے اور مٹکے میں حوض، حوض میں دریا آئے گا؟ دریا میں سمندر بھر سکتے ہو؟ جب چھوٹے محدود میں بڑا محدود نہیں آسکتا تو محدود میں غیر محدود کیسے آئے گا؟ اللہ تعالیٰ کی ذات یاد کرنے کے لیے ہے۔ قرآن کریم میں یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ فرمایا۔ اللہ کو یاد کیا کرو۔ بس اسی یاد سے وہ دل میں آجائیں گے اور تمہیں خود پتا چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کیا ہیں اور غور و فکر مخلوق میں کیا کرو۔ حضرت حکیم الامّت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ فکر برائے مخلوق ہے اور ذکر برائے خالق ہے۔ اگر اس کے خلاف چلوگے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

تو ذکر اللہ کا ایک فائدہ بیان ہو گیا، لہٰذا جب ذکر کی مجلس میں آئیں تو یہ نیت بھی کرلیں کہ چلو فرشتوں کی ملاقات بھی کرلیں۔

دوسری فضیلت

وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں اپنے یاد کرنے والوں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ کس طرح ڈھانپتے ہیں؟ دیکھیے: اس جملہ میں بڑا پیار ہے۔ اس کو محبت کے انداز میں سمجھیے۔ ماں جب اپنے بچے کو گود میں لیتی ہے تو کس طرح لیتی ہے، لے کر چپکا لیتی ہے، اس کے بعد دوپٹہ سے چھپا لیتی ہے، پھر ٹھڈی بھی اس کے سر پر رکھ دیتی ہے۔ یہی مفہوم ہے وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ کا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے۔

نورِ او دریُسر و یُمن و تحت و فوق

برسرم بر گردنم مانندِ طوق

اس کا نور ہمارے دائیں بائیں اوپر نیچے گھیر لیتا ہے۔ سر، گردن ہر جگہ مانند طوق اپنی رحمت کے دامن میں چھپا لیتے ہیں۔ تو ذکر کی مجلس میں اس نیت سے آؤ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمیں ڈھانپ لے اور پیار کرلے۔

تیسری فضیلت

وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ ہم ان کے دل پر سکینہ نازل کرتے ہیں۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں سکینہ کی تفسیر فرماتے ہیں فَاِنَّ السَّکِیْنَةَ هِیَ نُوْرٌ یَّسْتَقِرُّ فِی الْقَلْبِ سکینہ ایک نور ہے جو دل میں ٹھہر جاتا ہے۔ یہ دنیا کے نہیں کہ بس مسجد میں تو اللہ والے ہیں اور جہاں مارکیٹ میں گئے مار پیٹ شروع کر دی۔ ہر جگہ وہ نور ساتھ ہوتا ہے۔ وَیَثْبُتُ بِهِ التَّوَجُّهُ اِلَی الْحَقِّ جس کو سکینہ کا نور ملتا ہے پھر وہ ہر وقت باخدا رہتا ہے۔ چاہے وہ دنیا کا بھی کام کر رہا ہو لیکن وہ خدا کو فراموش نہیں کرتا۔ میرا ایک اُردو شعر ہے؎

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

اللہ والے ایسے ہوتے ہیں۔ تو ذکر کی برکت سے سکینہ ملے گا جو ہر وقت دل میں رہنے والا نور ہے۔ پھر آپ کہیں گے؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہو گیا

دردِ دل یعنی اللہ کی محبت کا درد جب مستقل ہو جائے گا۔ پھر ایک سیکنڈ بھی آپ اللہ کو نہیں بھولیں گے تو اس لالچ سے بھی آپ مجلسِ ذکر میں آیئے کہ سکینہ مل جائے گا۔

سکینہ کی تعریف کا تیسرا جز وَیَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّیْشِ [۵۴] اور بے سکونی سے نجات پا جائے گا۔ طیش کے معنیٰ بے چینی اور بے قراری کے ہیں۔ کَلْبٌ طَائِشٌ اس کتے کو کہتے ہیں جو ایک سمت پر نہ چلے بلکہ کبھی دائیں کبھی بائیں، اِدھر اُدھر منہ کر کے چلتا ہے تو جس آدمی کے دل میں سکینہ کا نور نہیں ہوتا۔ وہ ایسے ہی اِدھر اُدھر منہ کر کے کبھی اس مکان میں کبھی اس فلیٹ میں تانک جھانک کرتا رہتا ہے کہ شاید کوئی حسین، کوئی ٹیڈی نظر آ جائے۔ دل میں سکون نہیں ہے۔

میرا بچپن سے ایک معمول تھا کہ جب امّاں ہمیں دوکان پر بھیجتی کہ جاؤ دھنیا مرچ

---

۵۴ روح المعانی:۱۱/۲۵، ذکرہٗ فی اشارات سورۃ التوبۃ، دار احیاء التراث، بیروت

ہلدی لے آؤ تو دوکاندار پڑیا باندھ کر چیزیں دیتا۔ میں گھر آکر سامان تو دے دیتا اور اس کاغذ کو دیکھتا کہ کہیں اس میں کوئی شعر تو نہیں ہے، کیوں کہ بعض بنیے کتب پھاڑ کر اس کے کاغذ میں سودا سلف دیا کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے کوئی شاعری کی کتاب ہو تو ایک دن ایک شعر مل گیا ؎

نت نیا روز مزہ چکھنے کا لپکا ان کو
دربدر جھانکتے پھرتے ہیں انہیں عار نہیں

یعنی بدنظری کے مریض ہر عورت کے ڈیزائن کو دیکھنا چاہتے ہیں، انہیں کوئی عار اور شرم نہیں ہے۔ پاگل کتے کی طرح کی چال ہوتی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں نورِ سکینہ نہیں ہوتا، اس کی زندگی بے چین رہتی ہے۔ ہر وقت پریشان رہتا ہے اور پریشانی میں پری خود موجود ہے۔ پری آئی اور پریشانی ساتھ لائی اگر اس میں فائدہ ہوتا تو دوستو! اللہ تعالیٰ قرآن میں یہ آیت نازل نہ فرماتا کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! ایمان والوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

چوتھی فضیلت

وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنْ عِنْدَهٗ چوتھی فضیلت ذکر کرنے کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پاس والوں میں یاد کرتے ہیں۔ اگر تم ہم کو تنہا یاد کروگے تو ہم بھی تنہائی میں تمہیں یاد کریں گے اور اگر تم مجمع میں یاد کروگے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم بھی تم کو فرشتوں کے مجمع میں اور نبیوں کے مجمع میں یاد کریں گے۔ مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی قبر جنت المعلیٰ میں ہے۔ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حاضرین کی مجلس میں ان کا ذکر کرتے ہیں اور عِنْدَهٗ سے مراد ہے عِنْدَ اَرْوَاحِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعِنْدَ الْمَلَآئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ[٥٥] عام مراد یہی ہے کہ فرشتوں کے مجمع میں ذکر کریں گے، مگر محدّث عظیم مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جزائے خیر دے کہ انہوں نے شرح فرمائی کہ پیغمبروں اور رسولوں کی روحوں کو بھی حاضر کرلیتے ہیں اور وہاں ذکر کرنے والوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دیں، آمین۔

---

٥٥ مرقاۃ المفاتیح: ٥/٤٩، باب ذکر اللہ عزّوجل، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

ذکر کو شکر پر مقدم فرمانے کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو مقدم فرمایا۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ[۵۶] تم ہمیں یاد کرو اطاعت سے، ہم تمہیں یاد کریں گے اپنی عنایت سے وَاشْكُرُوْا لِيْ اور شکر بھی کرو۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنی یاد کو مقدم کیا اس لیے کہ فَاِنَّ حَاصِلَ الذِّكْرِ یاد کا حاصل کیا ہے اَلْاِشْتِغَالُ بِالْمُنْعِمِ نعمت دینے والے کو یاد کرنا اور وَاِنَّ حَاصِلَ الشُّكْرِ الْاِشْتِغَالُ بِالنِّعْمَةِ[۵۷] اور شکر کا حاصل اصل نعمت میں مشغول ہونا ہے، تو نعمت دینے والے کو یاد کرنا زیادہ افضل ہے یا نہیں؟ بجائے اس کے کہ نعمت کو دیکھ کر نعمت دینے والے کو بھول جاؤ۔ جانِ تصوف اور روحِ تصوف یہی ہے کہ ایک لمحہ بھی اللہ کو فراموش نہ کرو۔

بِذِكْرِ اللّٰهِ کی تقدیم کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ بِذِكْرِ اللّٰهِ کی تقدیم سے معنیٰ حصر کے پیدا ہوگئے لہٰذا اہلِ عرب پر اور سارے عالَم کے عربی دانوں پر یہ ترجمہ کرنا لازم ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی یاد سے دل کو چین ملتا ہے۔ پوچھ لیجیے، علماء بیٹھے ہوئے ہیں جو قواعد سے واقف ہیں کہ تَقْدِيْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِيْرُ يُفِيْدُ الْحَصْرَ یہاں بِذِكْرِ اللّٰهِ کا حق تاخیر کا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مقدم فرمایا کیوں کہ اگر مقدم نہ کیا جاتا تو اللہ کی یاد کے علاوہ اور چیزوں سے بھی چین ملنا ثابت ہو جاتا لیکن بِذِكْرِ اللّٰهِ کو مقدم فرما کر اللہ تعالیٰ نے حصر فرما دیا کہ صرف میری ہی یاد سے تم چین پاؤ گے، اگر تم مجھے بھول جاؤ گے اور میری نافرمانی میں مبتلا رہو گے تو سارے عالم کے اسبابِ چین میں ہم تم کو بے چین رکھیں گے جیسے مچھلی بغیر پانی کے بے چین رہتی ہے۔

---

۵۶ البقرۃ:۱۵۲

۵۷ روح المعانی:۲/۱۹، البقرۃ (۱۵۲)، دار احیاء التراث، بیروت / ذکرہ بلفظ لأن فی الذکر اشتغالا بذاته تعالیٰ وفی الشکر اشتغالا بنعمتہٖ والاشتغال بذاته تعالیٰ اولیٰ من الاشتغال بنعمتہٖ

اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ[۵۸]

اللہ تعالیٰ برکت والا ہے اور اتنا برکت والا ہے کہ جو ان کا نام لیتا ہے اس میں بھی برکت آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام اتنا مبارک ہے کہ ان کا نام لینے والوں کی تسبیح میں، ان کے لباس میں، ان کے مصلّے میں یہاں تک کہ اس مٹی میں بھی برکت آجاتی ہے جہاں وہ سجدے کرتے ہیں۔

ذکر اللہ پر مداومت

ارشاد فرمایا کہ شیخ جو ذکر بتادے اس پر مداومت کرو، ہمیشگی کرو، کبھی ناغہ نہ کرو، تھک جاؤ تو تعداد کم کردو مثلاً اگر سو دفعہ ذکر کرتے ہو تو دس مرتبہ کرلو مگر ناغہ نہ کرو اور اپنے نفس کے گریبان میں منہ ڈالو اور پوچھو کہ تمہارے کتنے دن رات ایسے گزرے ہیں جس دن تم نے ایک دفعہ بھی اللہ نہیں کہا اور کھانا کھاکر سوگئے حالاں کہ کوئی عذر نہ تھا۔ اگر کسی دن زیادہ تھک گئے اور سو دفعہ پڑھتے تھے تو دس دفعہ پڑھ لو اور اگر تین سو مرتبہ پڑھتے تھے تو اس دن تیس مرتبہ پڑھ لو تو تمہارا تین سو ادا ہو جائے گا کیوں کہ ایک پر دس کا وعدہ ہے۔

اللہ کے نام کا مزہ بھی جنّت سے بڑھ کر ہے

ارشاد فرمایا کہ اسی طرح جن کو دنیا میں اللہ کے نام کا مزہ مل گیا دونوں جہاں کی لذّتوں سے وہ مستغنی ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ مولیٰ کا مزہ بے مثل ہے، غیر فانی ہے اور ازلی وابدی ہے، اور جنت کا مزہ ابدی ہے ازلی نہیں ہے اور دنیا کا مزہ نہ ازلی ہے نہ ابدی۔ اس لیے اہل اللہ دنیا کے مزے تو کیا جنت کی نعمتوں کے مزوں سے زیادہ مزہ دل میں پاتے ہیں۔ جس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے اطمینان ملتا ہے وہ غیر اللہ سے اطمینان اور چین لینے کا وسوسہ بھی نہیں لاتا۔ جن لوگوں نے اپنے دل میں چین اللہ کے علاوہ کسی سے حاصل کیا ہے یا حاصل کررہے ہیں یا حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں یہ وہی محروم جانیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی

۵۸؎ الملك:۱

لذّت کا ذائقہ نہیں چکھا۔ اللہ اللہ ہے، مولیٰ مولیٰ ہے، مالک مالک ہے، بہت ہی عجیب شان ہے اُن کی۔ وہ بوریا اور چٹائی پر تخت و سلطنت کا مزہ دیتے ہیں، وہ چٹنی روٹی میں بریانی اور پلاؤ اور کباب کا مزہ دیتے ہیں، وہ دریا کے کنارے جنگلوں میں جہاں بھی کوئی ولی اللہ مصلیٰ بچھا کر دو رکعت پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اپنے بوریا نشینوں کو بوریے میں سلطنت کا نشہ دیتے ہیں اور اپنے نام میں نشۂ لیلائے کائنات کو ہیچ کر دیتے ہیں۔ کیا بیچتا ہے نشۂ سلطنت اور کیا بیچتی ہے لیلائے کائنات، اور کیا حقیقت رکھتا ہے لیلاؤں کا نمک اور حسن۔ عین اُس وقت جب کوئی لیلائے کائنات میں سے کسی لیلیٰ کو اپنی آغوشِ محبت میں لے کر اپنی وفاداری، فداکاری اور جاں نثاری پیش کر رہا ہو اُسی وقت اگر اُس لیلیٰ کو زیادہ مقدار میں موشن (motion) ہو جائے تو میں قرآن شریف اُس ظالم کے سر پر رکھ کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ! اُس وقت کیا کیفیت ہو گی؟ معشوق کو بھگاؤ گے یا نہیں؟ یا خود بھاگو گے یا نہیں؟ اُس وقت بھاگو گے اور بھگاؤ گے، جاگو گے اور جگاؤ گے۔ لیکن جو اللہ والے ہیں وہ اس گراؤنڈ فلور کے خبیث مقام سے مسرور ہوئے بغیر اللہ کے نام کی لذت میں مست ہیں اور ان کے قلب میں اتنا چین ہے کہ سارے عالَم کا بے چین جس کو دنیا میں کہیں چین نہ ملا ہو وہ وہاں پہنچ جائے اور ان کے پاس بیٹھ کر دیکھ لے ان شاء اللہ تعالیٰ! وہ اپنے قلب میں چین پا جائے گا۔ جب اللہ والوں کی صحبت میں چین ملتا ہے تو اللہ کے ذکر میں کتنا چین ملے گا؟

اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

جن کے اسم میں چین و اطمینان کا اثر ہے تو اُن کا مسمّٰی کیسا ہو گا۔ جب اللہ دل میں مل جائے گا یعنی جب اپنی تجلّیاتِ خاصہ سے متجلّی ہو گا تب کتنا چین حاصل ہو گا۔

ذِکر دلیلِ محبت ہے

ارشاد فرمایا کہ ہمارے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ سے معلوم ہوا کہ جو ذِکر کے پابند ہیں، ان کو فیض زیادہ ہو گا، جو بندے اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کو مراد رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی شان میں فرماتے ہیں يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ میرے یہ بندے مجھے صبح و شام یاد کرتے ہیں۔ بھلا وہ کیسا عاشق ہے جو اپنے محبوب کو یاد ہی نہ کرے۔ اگر آپ کا کوئی دوست آپ سے کہہ دے کہ آپ

توہمیں کبھی یاد ہی نہیں آتے تو آپ بھی اس سے کہیں گے کہ بس ہمیں بھی آپ کا مقامِ عشق معلوم ہو گیا کہ آپ ہمارے کتنے بڑے عاشق ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ[۵۹]

یعنی میرے عاشقوں کا حال یہ ہے کہ صبح و شام مجھے یاد کرتے رہتے ہیں اور ان کے قلوب میں بس میری ہی ذات مراد ہے، میں ہی ان کا مقصود ہوں۔ آپ خود ہی بتائیے کہ جس کی زندگی کی مراد اللہ تعالیٰ ہو تو کیا اس کی زندگی کی ہر سانس اور اس کا ہر لمحۂ حیات خالقِ حیات پر فدا نہ ہو گا؟

ذکر کا سب سے بڑا انعام

ارشاد فرمایا کہ میں آج آپ کو ایک زبردست نعمت بتانا چاہتا ہوں جس کی طرف حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ دلائی کہ فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ہم کو یاد کرو، ہم تم کو یاد کریں گے۔ تم ہم کو یاد کرو اطاعت کے ساتھ ہم تم کو یاد کریں گے عنایت کے ساتھ۔ فَاذۡکُرُوۡنِیۡ تم ہم کو یاد کرو یعنی ہماری اطاعت کرو یہ نہیں کہ بلوچستان کے فرقۂ ذِکریہ کی طرح نماز روزہ سب چھوڑ دو اور ذکر کیے جاؤ، جماعت کی نماز ہو رہی ہے اور وہ اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ جماعت سے نماز نہیں، مسجد جانا نہیں، روزہ نماز کچھ نہیں۔ اس فرقہ کا نام ذِکری رکھا ہے جس کے کفر پر ہمارے اکابر نے فتویٰ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لے اور نماز روزہ کی فرضیت کا منکر ہو تو پھر ایسا شخص کیا ہو گا؟ اس کے کفر میں کیا شک ہے۔

حضرت حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمانا اَذۡکُرۡکُمۡ میں تم کو یاد کرتا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ کا یاد کرنا اتنا بڑا انعام ہے کہ فرماتے ہیں فَھٰذِہٖ ثَمَرَۃٌ اَصۡلِیَّۃٌ لِّلذِّکۡرِ لَوِاسۡتَحۡضَرَھَا لَا یَتَشَوَّشُ اَبَدًا[۶۰] یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کا زبردست اصلی ثمرہ اور اصلی پھل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یاد فرماتے ہیں۔ اگر کوئی سالک، ذاکر، صوفی اس نعمت کا استحضار کرے تو اسے کبھی تشویش و حرمان اور اپنی محرومی کا احساس نہ ہو گا کہ ذکر میں دل نہیں لگتا

۵۹ الکھف:۲۸

۶۰ بیان القرآن:۱/۶،البقرۃ(۱۵۲)،ایچ ایم سعید

یا ذکر سے کیا ملتا ہے یا ذکر کرنے سے ہمیں تو آج تک پتا ہی نہیں چلا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہم کو کیا ملا۔ ارے! یہ کیا کم ملا کہ وہ ہم کو یاد کرتے ہیں۔

یہ بیان القرآن کا حاشیہ نقل کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ہم کو یاد کرو ہم تم کو یاد کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کا اپنے غلاموں کو یاد فرمانا اتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر کوئی اس نعمت کا استحضار کرے کہ ہمیں اللہ پاک اس وقت یاد فرمارہے ہیں تو کبھی اس کو تشویش نہیں ہوگی، کبھی شکایت نہیں کرے گا کہ ہم کو ذکر سے کیا ملا۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ مجھے یاد کررہے ہیں۔ کسی نے کہا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا، کیا کوئی ٹیلی فون یا وائر لیس آیا ہے عرشِ اعظم سے۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھتے نہیں ہو میں تسبیح لیے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کررہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا قرآن شریف میں وعدہ ہے کہ تم ہم کو یاد کرو زمین پر، ہم تم کو یاد کریں گے عرشِ اعظم پر۔ لہٰذا میں ان کی یاد میں مشغول ہوں اور قرآن غلط نہیں ہوسکتا، مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو یاد فرمارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے حاشیہ مسائل السلوک میں یہ جملہ بڑھادیا کہ قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِیْفُ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا اندازِ بیان دیکھیے۔ فرماتے ہیں کہ یہ بندۂ کمزور کہتا ہے قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِیْفُ اَشْرَفُ عَلِیٌّ یعنی حکیم الامت اپنے کو فرماتے ہیں کہ یہ اشرف علی عبدِ کمزور، بندۂ کمزور عرض کرتا ہے کہ فَھٰذِہٖ ثَمَرَۃٌ اَصْلِیَّۃٌ اللہ تعالیٰ کا یاد فرمانا یہ اصلی پھل ہے، کچھ اور ملے یا نہ ملے یہی کافی ہے لِلذّٰکِرِ لَوِ اسْتَحْضَرَھَا اگر کوئی اس کا استحضار کرے لَا یَتَشَوَّشُ اَبَدًا کبھی اس کو تشویش نہیں ہوگی۔ معمولی نعمت ہے یہ؟ اب اس کو اردو میں سمجھیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ذکر پر اللہ تعالیٰ کا ہم کو یاد فرمانا اتنا بڑا انعام ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی انعام نہیں، اس کے بعد کوئی نعمت بیان نہ ہو تو عاشقوں کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہم کو یاد کررہے ہیں۔

ذکر اللہ کی تاثیر

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام لینے والا آہستہ آہستہ خود گناہ چھوڑنے لگتا ہے،

اس کے دل سے گناہوں کے اندھیرے بھاگنے لگتے ہیں، اجالے گھیر لیتے ہیں۔ اللہ نور ہے، وہ سورج کو روشنی کی بھیک دیتا ہے، خود سوچیے کہ اُس کا نام لینے والے پر کتنے اجالے برستے ہوں گے، ان کا نام لینے سے اندھیروں سے مناسبت ختم ہو جاتی ہے۔ آج جتنے لوگ نفس و شیطان کی غلامی سے نہیں نکل پا رہے ہیں یہ وہ ظالم ہیں جنہوں نے ذکر اللہ کا اہتمام نہیں کیا۔ ہم اپنا کتنا ہی دل اور کلیجہ نکال کر سامنے رکھ دیں جب تک خدا کا فضل و کرم نہ ہو اور بندے کو طلب و فکر نہ ہو بیڑا پار نہیں ہو گا۔

اللہ کے نام کی مٹھاس کا کوئی ہمسر نہیں

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود
ایں زُباں ہا جملہ حیراں می شود

جب میں اللہ کہتا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ کی خوشبو عرشِ اعظم سے آتی ہے یعنی جب محبوبِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے نام کی خوشبو اور لذّت میری روح میں درآمد ہوتی ہے تو دنیا کی جتنی زبانیں ہیں، عربی، فارسی، اردو، انگریزی غرض کوئی بھی زبان اللہ تعالیٰ کی غیر محدود لذّت کو تعبیر نہیں کر سکتی۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ہے اور نکرہ تحت النفی واقع ہے جس کے معنیٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر اور برابری کرنے والا نہیں ہے۔ سورۂ اخلاص میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف کی ہے پس جب اللہ تعالیٰ کی ذات کا کوئی ہمسر نہیں تو اللہ تعالیٰ کے نام کی لذّت اور ان کے نام کی مٹھاس کے برابر دنیا میں کوئی مٹھاس بھی نہیں ہے۔ اس لیے فرمایا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کے نام کی لذّت، حاصلِ حیات تم کو عطا ہو جائے گی ساری لغت بھول جاؤ گے، زندگی کا حاصل تم کو مل جائے گا ورنہ مرنے کے بعد پتا چلے گا کہ آپ کے کتنے کاروبار تھے، کتنے سوٹ بوٹ تھے، کتنی فیکٹریاں تھیں، ساری نعمتیں فانی ہیں، ہر انسان ان کو چھوڑ کے جانے والا ہے۔ اسی لیے عرض کرتا ہوں دوستو! کہ سب سے بڑی نعمت دنیا کے اندر بلکہ آخرت کے اندر یعنی دونوں جہاں میں سب سے بڑی لذّت ان کے نام کی مٹھاس، ان کے نام کی لذّت، ان کا نام لینے کی توفیق ہے۔ میرا ایک شعر یاد آ گیا۔

وہ مرے لمحات جو گزرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

جو وقت ان کا نام لینے میں گزر جائے، زندگی کا حاصل ہے، یا ان کے لیے کسی بندے کی تربیت اور اس تک دین پہنچانے میں گزر جائے تو دعوت الی اللہ اللہ کے ذکر میں شامل ہے۔

ذکر میں اعتدال ضروری ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام تو ایسا ہے کہ ہر وقت لیتے رہو، مگر اس زمانہ میں چوں کہ اعصاب کمزور ہو گئے لہٰذا اتنا زیادہ ذکر بھی مت کرو کہ پاگل ہو جاؤ، اپنے شیخ سے مشورہ کرتے رہو۔

ایک صاحب کی اسّی سال عمر تھی، انہوں نے ہر وقت ذکر کرنا شروع کر دیا، رات بھر جاگتے تھے، صرف دو تین گھنٹے سوتے تھے نتیجہ یہ نکلا کہ بلڈ پریشر ہائی ہو گیا، چکر آنے لگے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق تھا، ان کے انتقال کے بعد اختر سے رجوع ہوئے، میں نے کہا آپ ذکر ملتوی کر دیں اور خوب سوئیں، کم از کم چھ گھنٹہ نیند ضرور پوری کریں ورنہ آپ اور زیادہ بیمار ہو جائیں گے، اگر شیخ کی بات مانتے ہیں تو مجھ سے تعلق رکھیں ورنہ دوسرا پیر تلاش کر لیں۔ کہنے لگے آپ کی ہر بات مانوں گا۔ تو میں نے ان صاحب سے کہا کہ ہر وقت ذکر کرنے سے آپ کے دماغ میں خشکی بڑھ گئی ہے، لہٰذا کچھ عرصہ کے لیے ذکر ملتوی کر دیں، بس فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ کا اہتمام کریں۔

عاشقانہ ذکر کا ثبوت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا نام لو وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ مگر میں تمہارا رب ہوں، میرا نام محبت سے لینا، جیسے ماں باپ کو پالنے کی وجہ سے ان کا نام محبت سے لیتے ہو تو اصلی پالنے والا تو میں ہوں، اگر میں ماں باپ کو روٹی نہ دوں تو تم کو کاٹ کر کھا جائیں۔ کلکتہ میں جب قحط پڑا تھا تو ماں باپ بچوں کو کاٹ کر کھا گئے تھے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ میں رب کا لفظ نازل فرما کر اللہ نے اپنے ذکر کو عاشقانہ ذکر سے تعبیر فرمادیا کہ ہمارا نام لینا مگر مست ہو کر، اپنے پالنے والے رب العالمین کا تصور کرنا کہ اس اللہ کا نام لے رہا ہوں جو میرا پالنے والا ہے، جس نے سورج چاند بنائے ہیں، وہ اللہ کھیتوں میں غلّہ اُگاتا ہے تب ہمیں غلّہ ملتا ہے، غلہ نوٹوں سے نہیں ملتا، اگر اللہ غلّہ پیدا نہ کرے تو نوٹ کیا کرے گا؟ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا[۱۱] خدا کی طرف بالکل رجوع ہو جاؤ، دل کے اعتبار سے غیر اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاؤ، جسم شہر میں رہے، کاروبار میں رہے مگر دل میں یار رہے تَبَتُّلْ کہتے ہیں کہ خدا کے تعلق کو اپنے اوپر غالب کردو، غیر اللہ کے تعلق کو مغلوب کردو، جس دن خدا کا تعلق ہم پر غالب ہو گیا تو سارے زمانے پر ہم غالب ہو جائیں گے۔ پھر دنیا بھر کی گمراہ کن ایجنسیاں ہمیں مغلوب نہیں کرسکیں گی۔

محبت انگیز ذکر کا نفع

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اللہ اللہ کہتے ہیں مگر ان کو پتا نہیں ہوتا کہ وہ کس کا نام لے رہے ہیں۔

آں می خوانند ہر دم نامِ پاک
ایں اثر نکند چوں نہ بود عشق ناک

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں لفظ عشق ناک ذکر فرمایا ہے، ذکر عشق ناک ہونا چاہیے، یہ دنیا میں اس لفظ کا پہلا استعمال ہے، مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس لغت کو وضع کیا ہے، غمناک، دردناک، افسوس ناک، وحشت ناک اور عبرت ناک وغیرہ تو آپ نے سنا ہوگا مگر عشق ناک سنا تھا کبھی؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں اس لفظ کو ایجاد فرمایا۔ ناک کے معنیٰ ہیں بھرا ہوا، دردناک یعنی درد سے بھرا ہوا، عبرت ناک عبرت سے بھرا ہوا، افسوس ناک افسوس سے بھرا ہوا، غم ناک غم سے بھرا ہوا اور عشق ناک عشق سے بھرا ہوا تو عشق سے بھرا ہوا ذکر کرو، جب اللہ اللہ کرو تو مولانا رومی کا یہ شعر بھی بیچ میں پڑھ لیا کرو۔

---

[۱۱] المزمل:۸

اللہ اللہ ایں چہ شیرین است نام
شِیر و شکر می شود جانم تمام

حدیثِ پاک سے ذکرِ اسمِ ذات کا ثبوت

ارشاد فرمایا کہ اب میں حدیث سے ذکر اسم ذات کو ثابت کرتا ہوں:

مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ[۶۲]

جس کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے تو بار بار اس کا نام لیتا ہے۔ تو اللہ سے جس کو محبت ہوتی ہے وہ بار بار اللہ کا نام لیتا ہے۔ یہ ذکرِ اسمِ ذات دلیلِ عاشقی ہے، دلیلِ محبت ہے۔

قرآن پاک سے ذکرِ نفی واثبات کا ثبوت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ جب بندہ اللہ اللہ کرتا ہے تو شیطان فوراً پہنچتا ہے کہ روٹی لانی ہے، بیکری جانا ہے، انڈے نہیں ہیں، مکھن نہیں ہے، بیوی نے کہا تھا کہ ایک مرنڈا بھی لے آنا غرض ساری دنیا کی فکریں جمع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کے لیے فرمایا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ یہ آیت عاشقانِ خداوند تعالیٰ کی راہ کے روڑے ہٹاتی ہے کہ اگر تم دن میں میرا ذکر کرتے ہو، اگر دن میں مجھے یاد کرتے ہو تو دن کی فکروں کو چھوڑو، میں رَبُّ الْمَشْرِقِ ہوں میں سورج کو نکالتا ہوں، دن کو پیدا کرتا ہوں، میں دن کا صرف خالق نہیں ہوں بلکہ دن میں میرے بندوں کی جتنی بھی ضروریات ہیں اور پرورش کے متعلق اُمور ہیں ان کا انتظام بھی میرے ذمہ ہے لہٰذا فکر نہ کرو، جو دن پیدا کر سکتا ہے وہ دن کی تمام ضروریات کی کفالت بھی کر سکتا ہے۔ جب ذکر پورا ہو جائے تب آٹا لے آؤ، بیکری چلے جاؤ کوئی منع نہیں ہے مگر حالتِ ذکر میں انڈا مت خریدو، یہ نہ ہو کہ جسم ذاکر ہے اور دل بیکری میں ہے، زبان سے اللہ اللہ اور دل انڈا اور بیکری میں ہے، ڈبل روٹی خرید رہا ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس وقت دن کی تمام فکروں کو دماغ سے نکال دو اور رب پر

---

[۶۲] شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۸/۱ (۵۰۱)، فصل فی معانی المحبۃ، دار الکتب العلمیۃ

اعتماد کرو کہ دن کے پیدا کرنے والے کو یاد کر رہا ہوں وہ میری دن کی ضروریات کے لیے کافی ہے اور اگر اللہ کو رات میں یاد کر رہے ہو تہجد یا اوّابین یا ذکر کی صورت میں تو وَالۡمَغۡرِبُ کہ میں رب المغرب بھی ہوں، سورج میرے ہی حکم سے ڈوبتا ہے، میں رات کا بھی رب ہوں، جب میں رات کو پیدا کر سکتا ہوں تو تمہارے رات کے کاموں کی کفالت بھی قبول کر سکتا ہوں۔ جب میں دن اور رات پیدا کر سکتا ہوں تو تمہارے دن اور رات کے کاموں کی ذمہ داری بھی قبول کر سکتا ہوں لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور ان کے سوا کوئی ہمارا معبود نہیں ہے، اس میں ذکرِ نفی واثبات کا ثبوت ہے۔

ذکر اللہ سے روحانی ترقی کی مثال

ارشاد فرمایا کہ اس لیے کہتا ہوں کہ دفتروں سے چھٹی پاکر، اپنی دوکانوں سے چھٹی پاکر، کاروبار کی مصروفیات سے چھٹی پاکر اور بیوی بچوں سے الگ ہو کر دس منٹ اللہ کے پاس بیٹھ جاؤ ؎

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دل نشیں ہوتی

لیکن گھر سے نہ بھاگو، گھر ہی میں رہو مگر مصلیٰ بچھالو، کعبہ رو ہو جاؤ تاکہ کوئی تمہیں بلا نہ سکے، دس منٹ تنہائی میں اللہ کے ساتھ رہنے کی عادت ڈالو اور اللہ کا نام لے کر دیکھو کہ کیا ملتا ہے مگر آہستہ آہستہ ملتا ہے جیسے بچہ روزانہ بڑھتا ہے لیکن پتا نہیں چلتا، اب اگر کوئی روزانہ اپنے بیٹے کو فیتہ لگا کر ناپے کہ آج کتنا بڑھا آج کتنا بڑھا تو کچھ فرق نہیں معلوم ہو گا لیکن چھ مہینہ بعد ناپے تو فرق پتا چل جائے گا، اسی طرح اللہ کو یاد کرنا شروع کر دو ان شاء اللہ! سال چھ مہینے کے بعد معلوم ہو گا کہ دل کی دنیا بدلی ہوئی ہے، اللہ کا نور دل میں آرہا ہے اور ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں ؎

وہ ان کا رفتہ رفتہ بندۂ بے دام ہوتا ہے
محبت کے اسیروں کا یہی انعام ہوتا ہے

بندہ آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کا ہوتا چلا جاتا ہے۔

ذکرِ حق زخمی دل کا مرہم اور دنیاوی پریشانیوں کا علاج ہے

ارشاد فرمایا کہ

ذکر حق سرمایۂ ایماں بود
ہر گدا از ذکر حق سلطاں بود

ترجمہ: ذکرِ حق ایمان کا سرمایہ اور دولت ہے اور ہر گدا ذکرِ حق کی برکت سے سلطان ہو جاتا ہے۔

عام می خوانند ہر دم نام پاک
ایں اثر نہ کند چوں نبود عشق ناک

ترجمہ: عام لوگ اللہ تعالیٰ کا نام ہر وقت لیتے ہیں مگر یہ اثر کامل نہیں کرتا کیوں کہ یہ ذکر ان عوام کا عشق ناک یعنی محبت بھرا نہیں ہوتا۔

نیز ذہنی تشویش اور مصروفیات کے باوجود جسم کی غذا ہم ترک نہیں کرتے پھر روح کی غذا کیوں ترک کریں نیز مشوّشِ قلب اور افکارِ کثیرہ کے ساتھ جو غذا کھاتے ہیں اس سے خون ہی بنتا ہے اور جسم کی قوت کا تحفظ قائم رہتا ہے پس مشوّشِ قلب اور افکار و مصروفیات کے باوجود اگر ذکر کی پابندی کریں گے تو اس ذکر سے بھی نور ضرور پیدا ہوگا اور روح کی ترقی ہوگی۔

ذکر کا اہتمام دنیوی پریشانی کا بھی علاج ہے کیوں کہ ذکر سے تعلق مع اللہ میں ترقی ہوتی ہے اور دعا کی توفیق اور قبولیت کی امید تعلق مع اللہ کی ترقی سے زیادہ ہوتی ہے اور پھر اطمینانِ قلب کا ثمرہ بھی عطا ہوتا ہے۔ سارے جہان کے مالک اور خالق سے تعلق میں کوشش اور حق تعالیٰ ہی سے نالہ و فریاد اور اپنے ہر غم و پریشانی کا شکوہ عین عبدیت ہے اور روحِ ولایت ہے۔ جو سالک ذکر کا اہتمام نہیں کرتا وہ گویا حق تعالیٰ شانہٗ کے قرب سے مستغنی ہے کیوں کہ ذکر ہی حق تعالیٰ شانہٗ کے دروازۂ قرب کی مفتاح ہے جس طرح کوئی دوست اپنے دوست کے دروازے کو کھٹکھٹا رہا ہو اور عرصہ تک کھٹکھٹاتا رہے تو ایک نہ ایک دن ضرور اس کو مہربانی اور رحم آئے گا اور دروازہ کھول دے گا وَ مِثْلُ ذَالِكَ ذکر کی پابندی ہے۔ ذاکر کا ہر دفعہ اللہ کہنا اور درد و محبت سے کہنا گویا اپنے اندر حالاً یہ سوال محذوف رکھتا ہے کہ اے اللہ اپنا دروازہ قرب کا کھول دیجیے۔ ولنعم ما قال العارف ۔

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
عاقبت بینی ازاں در ہم سرے

ترجمہ: حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم مسلسل کوئی دروازہ عرصہ تک کھٹکھٹاتے رہو گے تو ایک نہ ایک دن ضرور کوئی سر اس دروازہ سے نمودار ہو گا۔ اسی طرح جب سالک ذکر کا اہتمام اور التزام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ روز بروز اس کا قرب بڑھاتے رہتے ہیں اور ایک دن ضرور اپنا دروازہ اس کے لیے کھول دیتے ہیں اور اپنی ولایت کے اعلیٰ مقام سے مشرف فرماتے ہیں۔

تحمل سے زیادہ ذکر پر بعض اوقات شیطان گمراہ بھی کر دیتا ہے

ایک صاحب نے خط میں لکھا کہ حضرت کی اجازت کے بعد مبارک خواب دیکھ رہا ہوں اور بشارتیں مل رہی ہیں، ایک رات حزب البحر اور سورۂ یٰسین دماغ میں گھومتی رہی اور یہ پیغام ملا کہ کوئی مسئلہ ہو تو یہ پڑھ لیا کرو۔

ایک رات اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ، یہ درود شریف دماغ میں گھومتا رہا اور باقاعدہ پیغام ملا کہ یہی پڑھا کریں، یہ صحیح ہے۔

جواب میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ اچھا آپ کو پیغام بھی آنے لگے؟ خدانخواستہ کہیں وحی نہ آنے لگے۔ شیطان آپ کو دکھا رہا ہے کہ بہت مقرب ہو گئے۔ بہت سے صوفیوں کو اسی طرح ہلاک کر دیا اور بجائے اللہ والا بننے کے مردود ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے دماغ میں خشکی ہو گئی ہے جو ساری ساری رات دماغ میں وظائف گھومتے رہتے ہیں۔ فی الحال تمام وظائف ملتوی کر دیں صرف فرض، واجب، سنت مؤکدہ پڑھیں۔ آٹھ گھنٹے سوئیں۔ اپنے کو سب سے کمتر اور حقیر سمجھیں، اور پیغامات وغیرہ کو شیطانی تصرّف سمجھیں۔

ذکر حیاتِ ایمانی کا موقوف علیہ ہے

ایک صاحب نے خط میں لکھا کہ ذکر و شغل ناقص انداز میں کر رہا ہوں سستی بہت ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا کہ ذکر کا انداز ناقص نہ ہو کیوں کہ حیاتِ ایمانی

کا موقوف علیہ ہے۔ اگر غذائے جسمانی میں عمدہ مرغ چاہتے ہو تو غذائے روح ناقص کیوں ہو؟ مرغ کھانے میں سست نہ تھے اللہ کا نام لینے سے جو خالقِ مرغ ہے، سستی کرتے ہو۔

دل جاری ہونے کی حقیقت

ایک صاحب نے خط لکھا کہ مجھے خط میں اس لیے دیر ہوئی کہ میں اشارے کا منتظر تھا کہ جس طرف غیبی اشارہ ہو گا وہیں کی بیعت کو اختیار کروں گا۔ آج رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب مجھے بیعت فرما رہے ہیں اور بیعت ہوتے ہی میرا قلب جاری ہو جاتا ہے۔ حضرت خدا کی طرف سے اشارہ ہے کہ مجھے آپ بیعت فرمائیں چوں کہ مجھے امر ربی سے غیبی بیعت کا اشارہ ہوا ہے۔ جواباً حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ آپ کی طلب و جستجو کا یہ ثمرہ ہے کہ غیبی اشارہ سے آپ نوازے گئے ورنہ ہر ایک کے ساتھ یہ معاملہ غیبی نہیں ہوتا۔ پس آپ اس نعمت پر شکر ادا کریں اور ادا کرتے رہیں یعنی کبھی کبھی زبان سے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر لیا کریں کہ اے ہمارے پروردگار! یہ بندہ آپ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتا ہے۔

دل جاری ہونے کی بیداری میں تمنا بھی نہ کیجیے گا۔ یہی باتیں انسان کو اس راہ میں نامراد اور پریشان رکھتی ہیں۔ حدیث شریف میں اور قرآن شریف میں دل جاری ہونے کا کہیں تذکرہ نہیں بس جاہل فقیروں نے یہ سب ڈھونگ بنا کر اختلاجِ قلب کا نام دل جاری ہونا رکھ دیا ہے۔ دل جاری ہونے کا کبھی خیال بھی نہ لائیں۔

اصل قلبی ذکر گناہ سے بچنا ہے

ارشاد فرمایا کہ نماز باجماعت تو واجب ہے۔ بغیر عذر کے ہرگز نہ چھوڑنا چاہیے۔ البتہ ہر وقت ذکر قلبی اللہ، اللہ بوجہ ضعف کے اب نہیں بتایا جاتا۔ بس ہر وقت یہ دھیان رکھو کہ کوئی سانس اللہ کی نافرمانی میں نہ گزرے، اصل قلبی ذکر یہ ہے۔

ذکر کا ناغہ اتنا مضر نہیں جتنا ارتکابِ معصیت

ایک طالب علم کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ذکر کا ناغہ نہ کریں خواہ کم

کر دیں، ناغہ سے بے برکتی ہو جاتی ہے البتہ ذکر کا ناغہ اتنا مضر نہیں جتنا ارتکابِ معصیت۔ بس گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کریں، جان کی بازی لگا دیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی گناہوں سے بچنے پر موقوف ہے۔

ولایت کا مدار اذکار پر نہیں تقویٰ پر موقوف ہے

ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ میں جبکہ قویٰ میں اضمحلال اور ضعف ہے اب وظائف اور ذکر کی تعداد میں اعتدال ضروری ہے ورنہ صحتِ جسمانی کے متاثر ہونے کے علاوہ رضائے حق بھی حاصل نہ ہو گی کیوں کہ جب ایک باپ کی رحمت کو یہ گوارا نہیں کہ اس کا بیٹا اتنی محنت کرے کہ بیمار پڑ جائے تو حق تعالیٰ تو ارحم الرّاحمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے احقر کے قلب پر یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح فرما دی ہے کہ ولایت اور ولایت کے تمام مقامات حتّٰی کہ ولایتِ صدیقیت کا مدار اذکار پر نہیں تقویٰ پر ہے ورنہ اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ [۶۳] کی آیت نازل نہ ہوتی۔ اِلَّا الْعَابِدُوْنَ نہیں فرمایا اِلَّا الْمُتَھَجِّدُوْنَ نہیں فرمایا، اِلَّا الْمُتَنَفِّلُوْنَ نہیں فرمایا حتّٰی کہ اِلَّا الذّٰکِرُوْنَ بھی نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ بنیادِ ولایت تقویٰ ہے البتہ ذکر و اذکار اس کے حصول میں معین ہیں۔ لہٰذا ذکر اتنا کافی ہے جو بقدر تحمل ہو تاکہ دل میں اتنا نور آ جائے کہ صدورِ خطا کی ظلمت کا فوراً احساس ہو اور بندہ اس کی تلافی کر لے کیوں کہ ذاکر کو ظلمت کا احساس ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ذکر معین ہے مقصود کا اور مقصود کیا ہے؟ کہ زندگی کی ہر سانس اللہ پر فدا ہو اور ایک سانس بھی اللہ کی ناراضگی میں نہ گزرے یہی کمالِ تقویٰ ہے اور جس کو یہ بات حاصل ہو گئی وہ ولایتِ صدیقیت کی آخری سرحد پر پہنچ گیا جہاں ولایت ختم ہے اور جس کے بعد ولایت کا کوئی درجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو محض اپنے کرم سے یہ مقام نصیب فرمائے۔

جب جان کے لالے پڑتے ہیں

ارشاد فرمایا کہ جب مصیبت آتی ہے اور مرض شدید ہو جاتا ہے تو کوئی

---

[۶۳] الانفال:۳۴

حسین یاد نہیں آتا۔ اس وقت اللہ والوں سے دعا کراتا ہے کہ میری جان کی حفاظت کی دعا کیجیے۔ جب جان کے لالے پڑتے ہیں تو کوئی لالے یاد نہیں آتے، یہ شریف بندوں کا کام نہیں کہ جب مصیبت پڑے تب ہی اللہ کو یاد کرے۔ حدیث پاک میں ہے:

اُذْكُرُوا اللّٰهَ فِي الرَّخَاءِ يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ [٦٤]

تم اللہ کو سُکھ میں یاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں دُکھ میں یاد رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے محبتِ اشد کی عقلی دلیل

ارشاد فرمایا کہ اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ اللہ کی محبت زیادہ کیوں ہونی چاہیے اس کی دلیل کیا ہے؟ دلیل یہ ہے کہ یہ ساری نعمتیں کون دیتا ہے؟ اللہ، تو نعمت کی محبت زیادہ ہونی چاہیے یا نعمت دینے والے کی؟ آپ اپنی عقل سے فیصلہ کیجیے۔ بین الاقوامی عقل کا تقاضا یہ ہے کہ نعمت دینے والے کی محبت نعمت سے زیادہ ہونی چاہیے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ذکر کو شکر پر مقدم فرمایا فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ [٦٥] تم مجھ کو یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو سب کو یاد رکھتے ہی ہیں وہ کبھی بھول سکتے ہیں؟ بھولنے والا کبھی خدا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان خطاء و نسیان سے پاک ہے۔

چناں چہ مفسر عظیم حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مجھ کو یاد کرو اطاعت سے اُذْكُرُوْنِيْ بِالْاِطَاعَةِ اَذْكُرْكُمْ بِالْعِنَايَةِ [٦٦] ہم تمہیں یاد کریں گے عنایت سے۔ یاد تو ہم کافروں کو بھی رکھتے ہیں مگر کسی کو یاد رکھتے ہیں غضب سے اور کسی کو یاد رکھتے ہیں عنایت سے، جیسے عدالت میں جج پھانسی کا حکم دے رہا ہے اور پھانسی والا سامنے ہے، قریب بھی ہے۔ اسی طرح عدالت میں پیش کار اور خصوصی عملہ بھی سامنے ہے، جج کی نظر دونوں پر ہے لیکن پھانسی والے پر نظر غضب ہے اور دوسروں پر نظر عنایت ہے۔

---

٦٤ مصنف ابن ابی شیبة: ۳۷۵/۱۳، باب کلام الضحاك بن قيس، مؤسسة علوم القرآن

٦٥ البقرة: ۱۵۲

٦٦ بيان القرآن: ۸٦/۱، البقرة (۱۵۲)، ایچ ایم سعید

صبح وشام کے معمولاتِ ذکر کا راز

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (ذاکر کی) دو علامتیں بیان فرمائیں یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ کہ یہ صبح وشام مجھے یاد کرتے ہیں۔ تو یہ صبح وشام کیوں فرمایا؟ یہ کیوں نہیں فرمایا کہ دوپہر کو بھی یاد کرتے ہیں؟ تو بات یہ ہے کہ صبح وشام کا ذکر زیادہ مؤثر اور زیادہ مفید ہے کیوں کہ اس وقت فرشتوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے۔ رات بھر جو فرشتے مقرر ہیں صبح اُن کی ڈیوٹی بدل جاتی ہے، یہ آسمان کی طرف واپس جاتے ہیں اور فرشتوں کی دوسری جماعت آتی ہے اور ایسے ہی مغرب کے وقت ڈیوٹی بدلتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے صبح وشام کی علامت بتائی کہ میرے عاشق بڑے ہوشیار اور باعقل ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ جب فرشتوں کی ڈیوٹی بدلے اور یہ مولیٰ کے پاس جائیں تو یہ ہماری حالتِ ذکر کی شہادت اور حالتِ ذکر کی گواہی پیش کریں کہ ہم آپ کے عاشقوں کو آپ کی یاد میں اشکبار اور آپ کے ذکر سے سرشار چھوڑ کر آرہے ہیں لہٰذا اپنی رحمت کا آبشار اپنے عاشقوں پر برسائیے کیوں کہ یہ اپنی بُری بُری خواہشوں کے قلعوں کو مسمار کرچکے ہیں اور اپنے خونِ آرزو سے اپنے دل کو لال کرچکے ہیں، آفاقِ قلب کو سرخ کرکے آپ کے آفتابِ قرب کے مستحق ہوچکے ہیں۔

اللہ سے دوری کا عذاب

ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ سے ایک ذرّہ تعلّق ختم ہوجائے تو انسان کی حالت کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہوجاتی ہے۔ جب پتنگ کٹ جاتی ہے تو اس کی رفتار بتادیتی ہے کہ اس کی ڈور کٹ گئی۔ جو پتنگ اُڑارہا تھا اس سے اس کا رابطہ ختم ہوگیا۔ اب یہ پتنگ ہواؤں کے تابع ہے۔ جس کا تعلق مولیٰ سے کٹ جاتا ہے یا کمزور ہوجاتا ہے وہ ہوائے نفس کے تابع ہوجاتا ہے جدھر نفس چاہتا ہے ادھر لے جاتا ہے۔ اس کی چال بتادیتی ہے کہ یہ مولیٰ سے کٹا ہوا ہے۔

اُٹھا کر سر تمہارے آستاں سے
زمیں پر گر پڑا میں آسماں سے

کٹی ہوئی پتنگ کو لوٹنے کے لیے لمبے لمبے بانس لے کر لڑکے دوڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ پتنگ ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے۔ اسی طرح جو اللہ سے کٹ جائے گا اس پر اتنی بلائیں آئیں گی کہ یہ بھی ریزہ ریزہ ہوجائے گا اور کوئی اس کے آنسو پونچھنے والا بھی نہیں ہوگا۔

ذکر کو شکر پر مقدم کرنے میں کیا حکمت ہے؟

ارشاد فرمایا کہ فَاذْكُرُوْنِيْ کے بعد اللہ تعالیٰ نے وَاشْكُرُوْا لِيْ نازل فرما کر اپنے ذکر کو مقدم فرمایا جس کی وجہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ذکر کا حاصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونا ہے اور شکر کا حاصل اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں مشغول ہونا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ منعم کے ساتھ مشغول ہونا نعمتوں کی مشغولی سے افضل اور اہم ہے۔

ذکرِ مقبول کی علامت

ارشاد فرمایا کہ ذکر مقبول کی علامت یہ ہے کہ معاصی سے استغفار کی توفیق ہوجائے۔ جیسا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ذَكَرُوا اللّٰهَ کے بعد ارشاد فرماتے ہیں فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ[۷۶] یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قیامت کے مؤاخذہ کو یاد کر کے وہ گناہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور آیندہ کے لیے عزم علی التقویٰ کرتے ہیں۔

عاشقانہ ذکر کی تیز رفتاری اور جلد منزل رَسی

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ رہ
سیر عارف ہر دمے تا تختِ شاہ

یعنی غیر عارف ایک ماہ میں ایک دن کا راستہ طے کرتا ہے اور عارف باللہ ہر سانس میں حق تعالیٰ کے قربِ خاص سے مشرف ہوتا ہے۔ اسی لیے عارف باللہ کی دو رکعت غیر عارف کی سو رکعات

---

[۷۶] اٰل عمرٰن:۱۳۵

سے افضل ہوتی ہیں۔ بعض لوگ ذکر کی کمیّت سے محروم ہیں یعنی ذکر ہی نہیں کرتے اور بعض لوگ ذکر کی کمیّت تو پوری کر لیتے ہیں مگر ذکر کی کیفیتِ خاصّہ یعنی دردِ محبت سے ذکر کا اہتمام نہیں کرتے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

عام می خوانند ہر دم نامِ پاک
ایں اثر نہ کند چوں نبود عشق ناک

ترجمہ: عام لوگ ذکر کی تعداد تو پوری کر لیتے ہیں لیکن دردِ محبت کے ساتھ والہانہ اور عاشقانہ ذکر نہیں کرتے۔ ایسے ذکر کا نفع اور اثر کامل نہیں ہوتا۔ ذکر کی عاشقانہ کیفیت اللہ والوں کی صحبتوں سے حاصل ہوتی ہے۔

والہانہ ذکر اور حالتِ ذکر میں وجد کی کیفیت

ارشاد فرمایا کہ مشکوٰۃ کی روایت ہے سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ[۶۸] یعنی اہلِ محبت بازی لے گئے جو والہانہ ذکر کرتے ہیں۔

یہ ترجمہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فضائلِ ذکر صفحہ ۲۱ میں کیا ہے۔ احقر کو اشکال ہوا کہ شیخ نے المفردون کا ترجمہ والہانہ کہاں سے کیا جبکہ صحابہ کے دریافت کرنے پر کہ مفردون کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ[۶۹]

یعنی اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مراد ہیں۔ پھر دل میں خیال ہوا کہ حضرت شیخ نے یہ ترجمہ دلالتِ التزامی سے فرمایا ہے کیوں کہ کثرتِ ذکر کثرتِ محبت کو مستلزم ہے:

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهٗ[۷۰]

جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ پھر خیال ہوا کہ

۶۸؎ جامع الترمذی: ۲/۲۰۰، باب من ابواب جامع الدعوات، ایچ ایم سعید/ شعب الایمان للبیہقی: ۱/۳۸۹، فصل فی ادامۃ ذکر اللہ تعالیٰ، بیروت

۶۹؎ الاحزاب: ۳۵

۷۰؎ شعب الایمان للبیہقی: ۱/۳۸۸(۵۰۱)، فصل فی معانی المحبۃ، مکتبۃ دار الکتب العلمیۃ

شروح حدیث کی طرف رجوع کیا جائے۔ چناں چہ علامہ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم، جز نمبر ۱۷، صفحہ: ۴، کتاب الذکر میں اس حدیث کے لفظ اَلْمُفَرِّدُوْنَ کی شرح دوسری روایت سے پیش کرتے ہیں:

وَجَآءَ فِیْ رِوَایَۃٍ ھُمُ الَّذِیْنَ اھْتَزُّوْا بِذِکْرِ اللہِ أَیْ لَھِجُوْا بِہٖ[۱]

مفردون وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں وجد کرتے ہیں۔ لَھِجَ یَلْھَجُ (از سمع) فریفتہ ہونا۔ أَیْ لَھِجُوْا بِہٖ یعنی فریفتہ ہو جاتے ہیں اللہ پر۔ لفظ نبوت کی شرح لفظِ نبوت سے نہایت ہی باعث مسرت ہوئی، پھر مرقاۃ میں اس کی شرح تلاش کی۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

اَلْمُفَرِّدُوْنَ الَّذِیْنَ لَا لَذَّۃَ لَھُمْ إِلَّا بِذِکْرِہٖ وَلَا نِعْمَۃَ لَھُمْ إِلَّا بِشُکْرِہٖ[۲]

مفردون وہ لوگ ہیں کہ دنیا میں نہیں لذت پاتے مگر اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر سے اور نہیں کوئی نعمت ان کو نظر آتی کائنات میں مگر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتے۔ لَا یَنْسَوْنَ الرَّبَّ تَعَالٰی عَلٰی کُلِّ حَالٍ وہ ہر وقت بزبانِ حال کہتے ہیں اِلٰھِیْ لَا تَطِیْبُ الدُّنْیَا إِلَّا بِذِکْرِكَ اے اللہ! مجھ کو دنیا اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر آپ کے ذکر کے ساتھ۔ اللہ کے عاشقوں کا دن اللہ کے ذکر سے روشن ہوتا ہے۔ احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ؎

تجھ سے روشن ہیں جہانِ درد کے شمس و قمر
اے امام دردِ دل اے راہ برِ دردِ جگر

میرے دل کو روشنی دیتے نہیں شمس و قمر
کائناتِ دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر

اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن
اے ہماری کائناتِ دل کے خورشید و قمر

---

[۱] شرح مسلم للنووی: ۴/۱۷، باب الحث علی ذکر اللہ تعالیٰ، دار احیاء التراث، بیروت
[۲] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۵۰، باب ذکر اللہ تعالیٰ والتقرب الیہ، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

دل کے شمس و قمر سے مراد اللہ تعالیٰ کا نور ہے جو ذکر اللہ اور صحبتِ اہل اللہ سے عطا ہوتا ہے۔

سراپا تسبیح

ارشاد فرمایا کہ بہت سے اللہ والے ایسے ہیں جن کی زبان خاموش ہے لیکن دل سے وہ ہر وقت اللہ کے ساتھ ہیں۔ بظاہر وہ ذکر نہیں کر رہے ہیں لیکن دل میں ان کے ہر وقت اللہ ہے۔ میرا شعر ہے ؎

محبت میں کبھی ایسا زمانہ بھی گزرتا ہے
زباں خاموش رہتی ہے مگر دل روتا رہتا ہے

یہ مت سمجھو کہ یہ تسبیح نہیں پڑھ رہے ہیں۔ بہت سے اللہ والے ایسے ہیں کہ زبان پر تسبیح نہیں ہے مگر ان کے بال بال سراپا تسبیح ہیں، سراپا دردِ دل ہیں، سراپا وہ اللہ کے ہیں، ایک لمحہ کے لیے اللہ سے غافل نہیں۔ یہ واقعہ میرا خود اپنا چشم دید ہے ؎

ہم نے دیکھا ہے ترے چاک گریبانوں کو
آتشِ غم سے چھلکتے ہوئے پیمانوں کو

ہم نے دیکھا ہے ترے سوختہ سامانوں کو
سوزشِ غم سے تڑپتے ہوئے پروانوں کو

ذکر پر خشیت کی تقدیم کا راز

ارشاد فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ وَسَاوِسَ قَلْبِیْ خَشْیَتَکَ وَذِکْرَکَ[۳] میں خشیت کو پہلے کیوں بیان فرمایا؟ تاکہ خشیت غالب رہے کیوں کہ محبت جب خوف پر غالب ہو جاتی ہے تو بدعت ہو جاتی ہے۔ خشیت محبت کو حدودِ شریعت کا پابند رکھتی ہے میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ وَ اَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی میں صحابی کا دوڑ کر آنا بوجہ محبت کے تھا وَھُوَ یَخْشٰی[۴] اور وہ ڈر بھی رہے تھے۔ یہ حال ہے اور حال ذوالحال کے لیے قید

[۳] الفردوس بمأثور الخطاب للدیلمی، ۱/۴۷۴، دار الکتب العلمیة

[۴] عبس: ۸، ۹

ہوتا ہے یعنی ان کی محبت خشیت کی پابند تھی۔ معلوم ہوا کہ جب محبت خشیت کی حدود کو توڑتی ہے تو بدعت ہو جاتی ہے۔

اور خشیت کا تضاد تو محبت تھی لیکن حدیث پاک میں محبت کے بجائے ذکر کیوں فرمایا؟ اس لیے کہ ذکر سببِ محبت اور حاصلِ محبت ہے جو ذکر کرے گا اس سے معلوم ہوگا کہ اس کو محبت حاصل ہے ورنہ جو محبت محبت تو کر رہا ہے لیکن اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ محبت میں صادق نہیں، لہٰذا یہاں ذکر کی قید سے منافقین نکل گئے۔ جو صادق فی المحبّت نہیں وہ ذاکر نہیں ہو سکتا۔

چھینک آنے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے کی حکمت

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ نے فرمایا: ایک مرتبہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء سے دریافت فرمایا کہ جب چھینک آتی ہے تو شریعت نے الحمد للہ کہنے کا حکم کیوں دیا؟ طلباء نے کہا حضرت! محدثینِ کرام نے لکھا ہے کہ بخاراتِ ردّیہ جو دماغ میں ہوتے ہیں چھینک آنے سے نکل جاتے ہیں، خروجِ بخاراتِ ردّیہ سے دماغ کو آرام ملتا ہے اس لیے الحمد للہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک جواب اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو یہ عطا فرمایا کہ چھینکتے وقت انسان کی شکل بگڑ جاتی ہے اور ایسی بگڑتی ہے کہ اگر خدا چھینک کو وہیں روک دے اور پچھلی شکل پر اس کو واپس نہ لائے تو اسے کوئی نہیں پہچان سکتا یہاں تک کہ بیوی بھی گھر میں نہیں گھسنے دے گی کہ یہ کون جانور آرہا ہے تو چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہنا اسی بات کا شکریہ ہے کہ یا اللہ میری شکل جو بگڑ گئی تھی آپ نے دوبارہ اسے درست فرما دیا۔

ارادہ پر مراد کا ترتب ہوتا ہے

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز ایک عالم و مفتی صاحب نے عرض کیا کہ ذکر پر مداومت نہیں ہے۔ اس کی کیا تدبیر ہے کہ مداومت ہو جائے۔ ارشاد فرمایا کہ مداومت کے لیے آپ کا ارادہ کافی ہے۔ ارادہ مراد تک پہنچاتا ہے ورنہ جو ارادہ نہ کرے تو خانقاہ کے ماحول میں رہ کر بھی ذکر سے غافل رہے گا۔ اللہ کو یاد کیے بغیر چین نہیں آنا چاہیے۔ بڑا منحوس بندہ ہے وہ جو اللہ کو یاد نہیں کرتا۔ جو ذکر نہیں کرے گا ناقص رہے گا اور ناقص مرے گا۔ اس لیے ذکر میں ناغہ نہ کرو۔ اللہ کی یاد روح کی غذا ہے اور ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہے۔

ذکر اللہ اور صحبتِ شیخ

ذکر کے لیے مشورۂ شیخ کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار پوچھا کہ حضرت! ذکر کے لیے شیخ کے مشورہ کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ کا نام تو بہت بڑا نام ہے، ان کا نام لے کر کیا ہم اللہ والے نہیں بن سکتے؟ کیا ذکر ہم کو خدا تک نہیں پہنچا سکتا؟ اس میں شیخ کا مشورہ کیوں ضروری ہے؟ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب! اللہ تک تو آپ پہنچیں گے ذکر ہی سے لیکن ایک بات سن لیجیے کہ کاٹتی تو تلوار ہی ہے لیکن کب کاٹتی ہے؟ جب سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ سبحان اللہ! کیا مثال دی۔ اُولٰٓئِكَ اٰبَآئِیۡ فَجِئۡنِیۡ بِمِثۡلِهِمۡ۔ فرمایا کہ اسی طرح خدا تک تو ذکر ہی سے پہنچیں گے لیکن کسی اللہ والے کے مشورہ سے، اس کی دعائیں اور توجہ بھی شاملِ حال ہوگی، پھر وہ آپ کی دماغی صلاحیت کو بھی دیکھتا ہے کہ یہ کتنا ذکر کر سکتا ہے۔ کتنے لوگ جن کا سچا اور کامل پیر اور مرشد نہیں ہوتا زیادہ ذکر کر کے پاگل ہو رہے ہیں۔ لوگ ان کو مجذوب سمجھتے ہیں حالاں کہ وہ مجذوب نہیں ہیں، مجنون ہیں۔ ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ مجھے ذکر میں روشنی نظر آرہی ہے۔ حضرت نے ان کو تحریر فرمایا کہ آپ فوراً ذکر ملتوی کریں اور بادام اور دودھ پئیں اور سر میں تیل کی مالش کریں اور صبح ننگے پاؤں سبزہ پر چلیں اور اپنے دوستوں سے کچھ خوش طبعی کریں۔ مخلوق سے دور تنہائی میں رہتے رہتے اور زیادہ ذکر و فکر کی وجہ سے دماغ میں خشکی بڑھ گئی ہے۔ اس خشکی کی وجہ سے یہ روشنی نظر آرہی ہے۔ یہ ہیں شیخ محقّق۔ اگر کوئی جاہل پیر ہوتا تو کہتا کہ جب جلوہ نظر آگیا تو اب کھاؤ حلوہ اور لو یہ خلافت لے جاؤ۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تو خلافت ہی کا اُمیدوار ہوگا لیکن میرے جواب کو دیکھ کر کیا کہے گا۔ معلوم ہوا کہ شیخ کا مشورہ کتنا ضروری ہے۔

دوستو! یہی عرض کرتا ہوں کہ اگر پیر نہ بنایئے تو مشیر بنانے میں کیا حرج ہے۔ یہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کسی کو اپنا دینی مشیر بنالیجیے، مشورہ لے لیجیے۔ بیعت ہونا تو سنّت ہے، مگر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی مصلح کامل سے تعلق میرے نزدیک فرض ہے۔ عادت اللہ یہی ہے کہ اصلاح بغیر اس کے نہیں ہوتی۔

صحبتِ شیخ کا نفع اور ذکر و فکر

ارشاد فرمایا کہ اگر صحبت شیخ کی میسر ہو لیکن التزامِ ذکر و فکر نہ ہو تو بھی نفع کامل نہیں ہوتا۔ ذکر سے دل میں نرمی اور قبولِ اثرِ صحبت کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ کاشتکار بیج ڈالنے سے پہلے زمین کو نرم کرتا ہے یعنی اس میں سے کنکر پتھر نکالتا ہے پھر بیج ڈالتا ہے۔ اسی طرح ذکر اللہ سے غیر اللہ کے کنکر پتھر دل سے نکل جاتے ہیں پھر دل میں صحبتِ شیخ کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

صحبتِ شیخ سے دل کا نرم ہونا اور پھر ذکر اللہ کا اثر

ارشاد فرمایا کہ جب لوہے کو موڑنا ہوتا ہے تو پہلے اس کو آگ میں رکھتے ہیں یہاں تک کہ آگ کی حرارت سے وہ سرخ ہو کر نرم ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر ہتھوڑا مارا جاتا ہے تو ایک دم مڑ جاتا ہے، بغیر گرم کیے اس پر کتنا ہی ہتھوڑا بجاؤ لوہا مڑے گا نہیں۔ پس یہی حال ہمارے قلب کا ہے۔ ہمارا قلب مثل لوہے کے ہے۔ اس کو پہلے کسی اللہ والے کی صحبت کی آگ میں سرخ کر لو پھر جب اس صحبت کی برکت سے، اللہ کی محبت سے اس میں نرمی آجائے گی پھر ذکر کا ہتھوڑا لگاؤ گے تو دیکھو گے کہ کیسا اللہ کی طرف مڑتا ہے صحبت کے بعد ہی ذکر کا اصلی نفع ظاہر ہوتا ہے۔ ذکر کے نفع تام کے لیے صحبت اہل اللہ ضروری ہے۔

ذکر میں اعتدال مطلوب ہے

ارشاد فرمایا کہ بعض اشخاص ایسے ملے کہ بیٹھے ہیں اور بلا ارادہ گردن ہل رہی ہے۔ میں نے کہا کہ تمہاری گردن تو گردان کرنے لگی یہ ٹھیک نہیں ہے۔ آج کل ہر وقت ذکر کرنے سے مزاج غیر معتدل ہو جاتا ہے اور اللہ یہ نہیں چاہتا کہ میرے بندوں کا مزاج غیر معتدل ہو جائے۔ کوئی مشفق باپ نہیں چاہتا کہ میرا بیٹا اتنی خدمت کرے کہ اس کا مزاج غیر معتدل ہو جائے۔ اولیاء اللہ ہمیشہ معتدل المزاج بنائے جاتے ہیں۔ جب مزاج میں اعتدال نہ رہا تو اخلاق بھی غیر معتدل ہو جائیں گے۔ اس لیے جو تجربہ کار مشائخ ہیں وہ زیادہ ذکر اور وظیفہ نہیں کراتے۔ بس مقررہ اوقات میں جو ذکر ہے اس کو کر لیں۔ اب یہ زمانہ ہر وقت ذکر کرنے کا نہیں ہے۔ ہر

وقت ذکر کرنے سے آج کل خشکی بڑھ جاتی ہے، نیند میں کمی آجاتی ہے۔ پہلے زمانے کا ذکر اور وظیفہ اِس زمانہ میں نہیں کرایا جاسکتا۔ پہلے زمانے میں اتنا خون ہوتا تھا کہ ہر مہینے خون نکلوانا پڑتا تھا اور اب خون کی اتنی کمی ہے کہ خون چڑھوانا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے شیخ سے پوچھ لو کہ کتنا وظیفہ پڑھیں اور حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کچھ طبیب بھی ہو کہ صحتِ جسمانی کی حفاظت کا بھی اسے تجربہ ہو۔ جن کا مزاج غیر معتدل ہو گیا وہ بیوی بچوں سے لڑنے لگے، گاہکوں سے لڑنے لگے، دوکان فیل ہو گئی، معاش کے بغیر مفلس اور پریشان ہو گئے۔

ذکرِ قلبی اور دوامِ ذکر کی حقیقت

ارشاد فرمایا کہ مزاج معتدل ہو، ہر وقت باخدا ہو، دل سے باخدا ہو، یہ ضروری نہیں کہ زبان سے باخدا ہو، یہی ذکرِ قلبی، یہی دوامِ ذکر ہے کہ دل باخدا ہو اور جسم فرماں بردار ہو، کسی نافرمانی میں مبتلا نہ ہو، اگر زبان سے ذکر کرنے کو کوئی شیخ منع کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کو اندیشہ ہے کہ اگر یہ ذکر کرے گا تو اس کی خشکی بڑھ جائے گی اس لیے ذکر کو منع کر رہا ہے۔ پہلے زمانہ کے احکام میں اور اس زمانہ کے احکام میں فرق ہے۔ اصول ایک ہے لیکن فروعات میں کمی بیشی کا اختیار ہے۔ دیوبند میں ایک طالب علم نے جَو کے بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھالی۔ اس کو پیچش شروع ہو گئی۔ اس نے حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ حضرت میں نے سنت سمجھ کر جَو کی روٹی کھالی جس سے مجھ کو پیچش ہو گئی۔ انہوں نے فرمایا کیا تمہاری آنتیں صحابہ جیسی ہیں؟ تم کو اس زمانہ کے بزرگوں کی نقل کرنی چاہیے کہ وہ کس کس سنت پر عمل کر رہے ہیں۔ جن سنتوں پر اس زمانہ کے اولیاء کرام عمل کر رہے ہیں بس ان پر عمل کرو۔ اولیاء اللہ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو۔ پہلے زمانہ کے بزرگوں کی نقل بھی جائز نہیں ہے، ان کے قویٰ بہت اچھے تھے وہ زیادہ ذکر کر کے بھی معتدل رہتے تھے بس آج کل کے زمانہ میں سب سے بڑا ذکر گناہوں سے بچنا ہے، متّقی رہو تو چوبیس گھنٹوں کے عبادت گزار رہو گے کیوں کہ تقویٰ نام ہے عدمِ معصیت کا، یہاں کسب نہیں ہے، ترک ہے، یہاں اعمال نہیں ہیں، ترکِ اعمال ہے یعنی گناہ کے اعمال نہ کرو، ترکِ گناہ کرو، ہر وقت غم جھیلو، ہر وقت اللہ کو راضی رکھو، ایسی نسبت عطا ہو گی کہ ہر وقت باخدا رہو گے۔

بزرگوں نے فرمایا کہ اس زمانہ کے جو صاحبِ نسبت اولیاء اللہ ہیں ان کی تقلید کرو۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے وظائف کی تقلید اس زمانہ میں نہ کرو۔ وہ ستر ہزار وظائف کرتے تھے اور متأثر نہیں ہوتے تھے، ان کی صحت اعلیٰ تھی، بتاؤ صحابہ جیسی صحت ہماری ہے؟ پھر ہم ان کے اعمال کی نقل کیسے کرسکتے ہیں؟ جو حکم ان کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے نفلی اعمال میں دیا اس کی تقلید سب پر واجب نہیں ہے جیسے:

لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ[۵۷]

کہ ہر وقت تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے، لیکن اب کوئی ہر وقت ذکر کرے تو اس کا دماغ پاگل ہوجائے گا۔ اس لیے دیکھنا چاہیے کہ اُس وقت مخاطب کون تھے اور اب مخاطب کون ہیں۔ جو مخاطب کہ اب سے تیس گنا زیادہ طاقت رکھتے تھے اور بیس کلو ان کے جسم میں خون تھا تو اب وہ ذکر دس کلو خون رکھنے والوں کو کیسے دیا جاسکتا ہے۔ صحابہ کے زمانے میں قوتیں بہت تھیں، اب اس زمانہ میں وہ قوت نہیں ہے تو اب وظائف و نوافل و ذکر میں ان کی نقل جائز نہیں۔ یاد رکھو:

یَتَبَدَّلُ الْاَحْکَامُ بِتَبَدُّلِ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ

ہاں اصول ایسے بنائے گئے ہیں جن میں کسی تبدیلی کی گنجائش کی ضرورت نہیں۔ جو مغرب کی تین رکعات تھیں وہ اب بھی ہیں اور قیامت تک تین ہی رہیں گی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ تین کی دو رکعات کرلو کہ اب لوگ کمزور ہوگئے ہیں مگر فروعات و مستحبات میں ترمیم ہوجاتی ہے۔

ذکرِ قلبی ذکرِ لسانی سے پیدا ہوتا ہے

ایک صاحب نے فون پر عرض کیا کہ ذکر قلبی کا مقام تو ذکر لسانی سے بھی زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خود اس کا اجر عطا فرمائیں گے اور فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی۔ فرمایا کہ اللہ کو ان ہی کا دل یاد کرتا ہے جو پہلے زبان سے یاد کرتے ہیں، جو لوگ زبان سے ذکر نہیں کرتے ان کا دل غافل ہوتا ہے پھر یہی ذکرِ لسانی دل میں اتر جاتا ہے اور پھر دل سے روح میں اتر جاتا ہے۔ جب روح میں ذکر اتر جائے تب کام بن جاتا ہے، ذکرِ لسانی و قلبی و روحانی یہی ہے۔

۵۷؎ جامع الترمذی: ۱۷۵/۲، باب ما جاء فی فضل الذکر، ایچ ایم سعید

ذکرِ حق از دل زدل تا جاں رسد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ[۷۶] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کو حُبِّ شے پر استدلال فرمایا یعنی جس شے کی محبت قلب میں زیادہ ہوتی ہے اس کا وہ اکثر ذکر کیا کرتا ہے۔ پس ذکرِ قلبی در اصل قلبی محبت کا نام ہے پس جب قلب میں حق تعالیٰ کی محبوبیت کا مقام پیدا ہو جاتا ہے تو دل ہر وقت اس کو یاد کیا کرتا ہے اور کسی وقت غافل نہیں ہوتا، یہی ذکر قلبی ہے۔

شیخ طبیب ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ شیخ طبیب ہوتا ہے اس کی اتباع ضروری ہے۔ جتنا ذکر شیخ بتائے اتنا ہی کرو، اگر وہ کہہ دے چپ چاپ بیٹھو تو اس کی اتباع کرو۔ بس اس کا اہتمام کرو کہ میرا دل ایک لمحہ کو اللہ سے غافل نہ ہو۔ ترکِ معصیت ضروری ہے ورنہ بہت سے لوگ نوافل، اشراق و تہجد اور عمرہ کرتے ہیں مگر گناہ کبیرہ تک سے باز نہیں آتے۔ اب بتاؤ یہ ولی اللہ ہوں گے یا شیطان ہو جائیں گے۔ ولی اللہ ایسے ہوتے ہیں؟ ولی اللہ تو نافرمانی سے بچتے ہیں بلکہ ایک گناہ بھی نہیں کرتے یعنی گناہ کو اوڑھنا بچھونا نہیں بناتے۔ اگر کبھی خطا ہو گئی تو رو رو کر اللہ کو راضی کر لیتے ہیں اور آیندہ کو تقویٰ کا عزمِ مصمم کرتے ہیں۔

ذکر شیخ کی تجویز کے مطابق کرنا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت کے سگے بھتیجے مولانا شبیر علی مرحوم نے ناظم آباد کراچی میں مجھ سے خود فرمایا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ایک ہزار دفعہ اللہ اللہ بتایا اس کو مزہ آیا تو اس نے ۲۴ ہزار دفعہ پڑھ لیا، اب اس کا دماغ گرم ہو گیا اور وہ تھانہ بھون کی خانقاہ کے کنویں میں کود پڑا، بعد میں اس کو نکالا اور پانی پر دم کر کے دیا اور پھر سمجھایا کہ اگر کوئی حکیم سات دانے بادام کے بتائے اور تم ایک پاؤ کھالو تو لنگی اتار کر پھینک دو گے، پاجامہ اتر جائے گا اور ننگے پھرو گے۔

---

[۷۶] شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۸/۱ (۵۰۱)، فصل فی معانی المحبۃ، دار الکتب العلمیۃ

ذکر اللہ کی پابندی

ارشاد فرمایا کہ شیخ جو ذکر بتا دے اسے پابندی سے کرو۔ کبھی ناغہ نہ کرو، تھک جاؤ تو تعداد کم کر دو مثلاً سو دفعہ کرتے ہو تو دس مرتبہ کر لو مگر ناغہ نہ کرو۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ آپ نے مجھے ستر مرتبہ صلوٰۃ تنجینا بتایا ہے اور میں جون پور کی شاہی مسجد میں سولہ سبق پڑھاتا ہوں، تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اگر آپ علم دین کی مشغولی سے ستر دفعہ نہیں پڑھ سکتے تو سات دفعہ پڑھ لیں۔ قرآن پاک میں ایک پر دس کا وعدہ ہے تو سات کو دس سے ضرب کر لو ستر دفعہ ہو جائے گا۔ شیخ ایسا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ جیسا ہونا چاہیے۔

اللہ کے نام کے ساتھ لفظ ”ترک“ خلافِ ادب ہے

ایک صاحب نے عریضہ لکھا کہ کثرتِ مصروفیات کی وجہ سے مندرجہ ذیل معمولات ترک کر چکا ہوں تو حضرت والا نے جواب میں تنبیہاً ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نام کے ساتھ لفظ ”ترک“ خلافِ ادب ہے ملتوی لکھنا چاہیے۔ تعجب ہے کہ ذکر مطلق ملتوی کر دیا، تعداد کم کر دیتے۔ ذکر سے نور آتا ہے اور جب نور نہ ہوگا تو ہر گناہ سرزد ہو سکتا ہے۔ جبکہ آپ کے حالات متقاضی ہیں کہ آپ تو ذکر میں ڈوبے رہیں، ورنہ گناہ سے نہیں بچ سکتے۔ لہٰذا آپ کو تاکید کی جاتی ہے کہ پانچ تسبیح لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو اس طرح لازم کریں جیسے ہزار مصروفیت میں روٹی کھاتے ہیں۔ دوسرے اذکار جب تک زیادہ مصروفیت ہے ملتوی رکھیں بعد میں شروع کریں۔ لیکن ذکر نفی و اثبات کسی حالت میں نہ چھوڑیں کسی دن بہت ہی زیادہ مصروفیت ہو تو تین تسبیح ضرور پڑھیں۔

ذکر اللہ کا التزام

ارشاد فرمایا کہ اللہ والوں سے تھوڑا سا روح کی طاقت کا خمیرہ لے لیجیے یعنی ذکر پوچھ لیجیے۔ اس کے لیے مرید ہونا بھی ضروری نہیں۔ حکیم الامّت فرماتے ہیں کہ جو پیر یہ کہے کہ تم جب تک ہم سے مرید نہیں ہوگے ہم تم کو ذکر نہیں بتائیں گے وہ دنیادار پیر ہے۔ لہٰذا اللہ والوں سے اپنے خالق اور مالک کا نام لینا سیکھ لیجیے، ذکر کی برکت سے دل میں ایک کیفیت پیدا ہوگی جس سے گناہوں سے مناسبت ختم ہو جائے گی۔ جیسے قطب نما کی سوئی میں

تھوڑا سا مقناطیس کا مسالہ لگا ہوتا ہے اس کو کسی طرف کو بھی گھماؤ وہ اپنا رُخ شمال کی طرف کرلیتی ہے۔ ذکر اللہ کی برکت سے ہمارے دل کی سوئی میں نور کا ایک مسالہ لگ جائے گا پھر ساری دنیا کے گناہ آپ کو اپنی طرف دعوت دیں تو دل قطب نما کے سوئی کی طرح کانپنے لگے گا اور جب تک توبہ کرکے اپنا رُخ اللہ کی طرف صحیح نہیں کرے گا، بے چین رہے گا۔ ذکر کی برکت سے آپ کو ساری دنیا مل کر بھی گمراہ نہیں کرسکتی، ان شاء اللہ۔

ذکر مشورہ سے کیجیے

ارشاد فرمایا کہ کسی اللہ والے سے مشورہ کرکے ذکر کرو۔ جب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات فرمائی تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اشکال پیش کیا کہ حضرت! یہ اللہ والوں کی قید آپ کیوں لگاتے ہیں؟ آدمی خود ہی ذکر کرلے۔ کیا ذکر سے ہم اللہ تک نہیں پہنچ سکتے؟ اب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سنیے۔ فرمایا کہ بے شک اللہ کے ذکر ہی سے ہم اللہ تک پہنچیں گے۔ جس طرح کاٹتی تو تلوار ہی ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ کاٹے گی تو تلوار ہی، کاٹ تو تلوار ہی سے ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ اسی طرح کام تو ذکر ہی سے بنے گا لیکن جب کسی اللہ والے کی رہنمائی اور مشورہ سے ہو۔ یہ مشورہ لینا انتہائی ضروری ہے ورنہ کتنے لوگ زیادہ ذکر کرکے نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہوگئے۔ نیند کم ہوگئی۔ غصہ اور جھنجھلاہٹ پیدا ہوگئی یہاں تک کہ بالکل پاگل ہوگئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ مجذوب ہیں لیکن تھے پاگل۔ ایسے پاگل دنیا میں جتنے ہوئے ہیں جو بظاہر دیندار اور نیک صورت تھے یہ سب وہی لوگ ہیں جن کا کوئی مربّی اور مشیر نہیں تھا۔ اللہ والوں کے مشوروں اور راہ نمائی کے بغیر انہوں نے اپنی طاقت سے زیادہ ذکر کرلیا جس سے خشکی پیدا ہوگئی اور دماغ خراب ہوگیا اور جو لوگ کسی اللہ والے کو اپنا مصلح بناتے ہیں اور اس کی نگرانی اور مشورہ کے تحت ذکر کرتے ہیں تو وہ اللہ والا دیکھتا رہتا ہے کہ اس وقت ذکر کرنے والے کی کیا حالت ہے؟ اس حالت کے مطابق وہ ذکر کی تعداد کو کم و بیش کرتا رہتا ہے۔ جیسے ڈرائیور دیکھتا رہتا ہے کہ اب انجن میں پانی نہیں ہے تو جلدی سے گاڑی روکے گا، پانی ڈالے گا اور جب انجن ٹھنڈا ہوجائے گا پھر چلائے گا۔

ذکر شیخ کے مشورہ سے کرنا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ ذکر شیخ کے مشورہ سے کرو۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے اور آپ کو بتاتے کہ تین دفعہ تینوں قل پڑھو یا سات دفعہ حَسْبِیَ اللہ... الخ پڑھو اور اُمتی ہزار مرتبہ پڑھے تو رسول اللہ کا نافرمان ہو جائے گا۔ شیخ نائبِ رسول ہے، جتنا وہ ذکر بتائے اس سے زیادہ ذکر نہ کرو۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ذکر سے منع کرتے ہیں حالاں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اُذْكُرُوا اللهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا [۷۷] اللہ تعالیٰ تو کثرت سے ذکر بتارہے ہیں اور یہ ذکر سے منع کرتے ہیں۔ ذکر کی کثرت کا معیار ہر شخص کا الگ ہے اس لیے وہ مشورۂ شیخ کے تابع ہے۔ بھُولو اور رستم پہلوان ایک لاکھ ذکر کرنے سے جس مقام پر پہنچیں گے کمزور اور ضعیف اسی مقام پر پانچ سو بار ذکر سے پہنچ گا کیوں کہ پہنچنے والا اپنی طاقت سے نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کے جذب سے پہنچتا ہے۔ اللہ کا راستہ اللہ کے جذب ہی سے طے ہوتا ہے۔

ہر ایک کے کہنے سے وظائف واذکار اور مراقبے نہیں کرنے چاہئیں

ایک خاتون کے خط کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اپنا معالج جو دوا یا طریقہ مرض کا بتاتا ہے وہ کرتی ہو یا ہر ایک ڈاکٹر سے پوچھ کر علاج شروع کر دیتی ہو؟ اسی طرح شیخ اور مصلح ایک ہوتا ہے۔ جو وہ بتائے اسی پر عمل کرو۔ ہر ایک کے کہنے سے وظائف واذکار اور مراقبے نہیں کرنے چاہئیں۔

ذکر اللہ کی طاقت کی مثال

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو شیخ کے قرب کی گرمی پر بھروسہ مت کرو۔ ذکرُ اللہ کا کشتہ بھی کھاؤ کیوں کہ اگر شیخ کا انتقال ہو جائے یا شیخ سے الگ ہو جاؤ تو اس وقت تمہیں پتا چلے گا کہ ذکرُ اللہ کیا چیز ہے۔ اگر تم نے ذکرُ اللہ کا کشتہ کھانے سے تغافل برتا تو نفس وشیطان ایسی پٹخنی لگائیں گے کہ اپنی شکست خوردنی پر خون کے آنسو رونے سے بھی تلافی نہیں کر سکو گے۔ حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

---

[۷۷] الاحزاب:۴۱

شیخ کی صحبت جتنی ضروری ہے اس سے زیادہ ذکرُ اللہ کا اہتمام ضروری ہے۔ آپ بتلائیے کہ کون ہر وقت شیخ کے پاس رہ سکتا ہے۔ جب ذکرُ اللہ کی کمی ہوگی، روح کمزور ہوگی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ شیخ کی موجودگی ہی میں تم گناہوں میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ ایسے کتنے واقعات ہوئے ہیں کہ لوگ خانقاہوں میں بھی گناہ سے نہیں بچ سکے۔ اس لیے شیخ کی صحبت کے ساتھ ساتھ ذکر اللہ کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے۔ جہادِ اصغر اگر ذکر اللہ کا محتاج ہے تو جہادِ اکبر بدرجہ اولیٰ اللہ کے ذکر کا محتاج ہے کیوں کہ یہ بڑا جہاد ہے، اسی لیے جنہوں نے ذکرُ اللہ کی پابندی کی وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اللہ اللہ اسم پاکِ نامِ دوست

اللہ ہمارے مالک کا نام ہے، اسم گرامی اور اسم شریف ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اپنے رب کا اسم مبارک لیجیے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری کے مصنف فرماتے ہیں کہ ذکرِ اسم ذات کا اسی آیت سے ثبوت ملتا ہے فِيْهِ دَلِيْلُ تَكْرَارِ اسْمِ الذَّاتِ[۷۸] اللہ اللہ کرو اور عرشِ اعظم تک پہنچ جاؤ۔

اللہ اللہ گو بر و تا سقفِ عرش

اللہ اللہ کہتے ہوئے عرشِ اعظم تک پہنچ جاؤ۔ اللہ کا نام اتنا مبارک اور زبردست طاقت والا ہے کہ اللہ کے نام کی برکت سے انسان اللہ تک پہنچ جاتا ہے، فرشی عرشی ہو جاتا ہے۔

ذکر اللہ میں شیخ کے مشورہ کی ضرورت

ارشاد فرمایا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ذکر شیخ کے مشورہ کے ساتھ کرو تو ذکر کے ساتھ شیخ کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اللہ کا ذکر ہمیں اللہ تک نہیں پہنچا سکتا؟ حضرت نے فرمایا کہ کام تو ذکر ہی بناتا ہے لیکن اسی طرح جیسے کاٹ تو تلوار ہی کرتی ہے لیکن کب؟ جب کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے، زمین پر پڑی ہوئی تلوار کام نہیں کرتی لہٰذا کام تو ذکر ہی بنائے گا مگر شیخ کی

---

۷۸ التفسیر المظہری: ۱۰/۱۱۱، المزمل (۹)، دار احیاء التراث، بیروت

صحبت اور اس کی روحانی گرمی بھی چاہیے جیسے مرغی کے پروں میں انڈا کچھ دن رہ کر حیات پا جاتا ہے اور زندگی پانے کے بعد چھلکا توڑ دیتا ہے۔

شیخ کو تھوڑا بہت طبیب بھی ہونا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ شیخ کو تھوڑا بہت طبیب بھی ہونا چاہیے، لہٰذا اتنا وظیفہ مت بتاؤ کہ مرید کا دماغ غیر معتدل ہو جائے اور بیوی بچوں سے لڑے کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ جانتے نہیں ہو کہ میں ذکر کرتا ہوں، مجھے جلال چڑھا ہوا ہے اور جب آلو خریدتا ہے تو ٹھیلے والے سے بھی کہتا ہے کہ دو آلو زیادہ ڈال دو، دیکھتے نہیں ہو میری آنکھ، رات بھر کا جاگا ہوا ہوں، جلا کر خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں۔ یہ کیا ہے؟ تصوف آلو کھانے کے لیے ہی رہ گیا ہے؟ لہٰذا مرید کے مزاج کو معتدل رکھنا شیخ پر فرض ہے کہ اپنے مریدوں کو اخلاق سکھائے۔

راہ بر تو بس بتا دیتا ہے راہ
راہ چلنا راہ رو کا کام ہے
تجھ کو مرشد لے چلے گا دوش پر
یہ ترا راہ رو خیالِ خام ہے

حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

ذکر اللہ کے طریقے

ذکر سے پہلے روح کو آبِ توبہ سے دھولیجیے

ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے معافی مانگنے کے بعد ذکر شروع کریں۔ کیوں صاحب! آپ جب عطر لگاتے ہیں تو پہلے کپڑا دھوتے ہیں یا نہیں؟ میلا کپڑا بدلتے ہیں یا نہیں؟ یا میلے کپڑے پر عطر لگاتے ہیں۔ بس اسی طرح اللہ کا نام لینے سے پہلے دو رکعت توبہ پڑھ کر روح کو دھولیجیے، روح کو غسل دیجیے، چاہے سر پر ایک لاکھ سمندر کا پانی ڈال لو لیکن اس سے روح پاک نہیں ہوگی جب تک کہ اللہ کے سامنے ندامت اور اشکبار آنکھوں سے توبہ نہ کر لو۔ اگر

اشکباری نصیب نہ ہو، رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل ہی بنالو۔

ذکر اللہ کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام لیے جاؤ، ایک عرصہ آئے گا کہ اللہ کو خود رحم آجائے گا جب لَآ اِلٰہَ پڑھو تو سمجھ لو کہ دل سے غیر اللہ نکال رہا ہوں، میری لَآ اِلٰہَ ساتوں آسمان پار کرکے عرشِ اعظم پر اللہ سے مل رہی ہے اور جب اِلَّا اللہُ پڑھو تو سمجھ لو کہ اللہ میاں کے انوارِ خاصّہ کو لارہی ہے اور یہ حدیث کا مضمون ہے، خالی تصوف نہیں ہے، ہمارا تصوف قرآن و حدیث سے مستنبط ہے، حدیث کے الفاظ ہیں:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللہِ[۹۷]

یعنی لَآ اِلٰہَ اور اِلَّا اللہُ میں کوئی پردہ نہیں ہے۔ یہ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے یعنی ہماری لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اللہ تک ڈائریکٹ جاتی ہے، جب لَآ اِلٰہَ کہو تو سوچو کہ سارے عالم سے دل خالی ہوگیا اور جب اِلَّا اللہُ پڑھو تو سمجھو کہ قلب میں اللہ کا نور آرہا ہے، آٹھ دس دفعہ کے بعد درمیان میں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ تَعَالٰى عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پڑھ لیا کرو۔ اب آپ کو سالک بنارہا ہوں یعنی آپ کی تربیت کررہا ہوں، اوّل آخر درود شریف پڑھ کر اللہ سے دعا کرو کہ اے اللہ! اپنے نام کی برکت سے ہمارے قلب کو غیر اللہ سے پاک فرمادے اور ہمارے قلب وجاں کو اپنی ذات سے چپکالے۔ لَآ اِلٰہَ سے آدمی غیر اللہ سے کٹتا چلا جاتا ہے اور اِلَّا اللہُ سے اللہ سے جڑتا چلا جاتا ہے، اس وظیفہ کی برکت سے امّت میں بڑے بڑے اولیاء اللہ پیدا ہوئے، اس وظیفہ میں آپ کے پچیس منٹ لگیں گے اور خدا ہمیں روزانہ چوبیس گھنٹوں میں چودہ سو چالیس منٹ دیتا ہے، بس صبح کے وقت پچیس منٹ بیٹھ کر اس وظیفہ کو کرلو، مغرب کے بعد ایک ہزار دفعہ اللہ کا نام لے لو اور دل میں یہ تصور کرو کہ ایک زبان دل میں بھی ہے جو اللہ اللہ کہہ رہی ہے، اللہ کا نام اتنی محبت سے لو جیسے مجنوں لیلیٰ کا نام لیتا تھا، مولیٰ کا نام اس سے زیادہ محبت سے لو، تو ایک ہزار مرتبہ اسم ذات اَللہ اَللہ مغرب کے بعد اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی تسبیح پانچ سو مرتبہ صبح کے وقت اور چلتے پھرتے

---

[۹۷] جامع الترمذی: ۱۹۱/۲، باب بعد بیان باب عقد التسبیح بالید، ایچ ایم سعید- ذکرہ بلفظ دون اللہ حجاب/ مشکوٰۃ المصابیح: ۲۱/۲ (۲۳۱۳)، باب ثواب التسبیح والتحمید، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

کبھی کبھی یَااللّٰہُ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ پڑھ لیا کرو۔

نوٹ: یہ وظیفہ ہر ایک کے پڑھنے کا نہیں ہے۔ ذکر کی تعداد اپنے شیخ سے پوچھ کر متعین کرنی چاہیے۔

ایک جگہ بیٹھ کر عاشقانہ ذکر کرنا زیادہ نافع ہے

ایک صاحب کے خط کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ایک جگہ بیٹھ کر اطمینان سے عاشقانہ ذکر زیادہ نافع ہے، ہاں! اگر کسی کے پاس وقت ہی نہ ہو تو اور بات ہے لیکن کسی کے پاس ذکر کا وقت نہ ہو اور گپ شپ کا وقت ہو تو خود فیصلہ کرلے کہ وقت ہے یا نہیں، کھانے پینے کا وقت لاکھ مصروفیت میں نکالتے ہو تو روح کی غذا کے لیے کیوں وقت نہیں نکل سکتا؟

گناہوں سے بچنے کا پہلا نسخہ

ارشاد فرمایا کہ دوستو! اگر اللہ تعالیٰ کو زیادہ چاہتے ہو تو گناہ کا چھوڑنا زیادہ آسان ہو جائے گا۔ اب اس کے چند نسخے بھی سن لو تا کہ گناہ چھوڑنا آسان ہو جائے اور جلد توبہ نصیب ہو جائے۔ کم سے کم روزانہ ایک تسبیح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی پڑھیں۔ جب لَآ اِلٰہَ کہیں تو یہ مراقبہ کیجیے کہ غیر اللہ دل سے نکل رہا ہے اور ہماری لَآ اِلٰہَ عرش تک پہنچ رہی ہے اور جب اِلَّا اللّٰہُ کہیے تو یہ مراقبہ کیجیے کہ دل میں اللہ کا نور آرہا ہے۔ اب میں اسے احادیث سے ثابت کروں گا۔ یہ حدیث کا مضمون ہے:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰہِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ آسمانوں کو کاٹتی ہوئی عرشِ اعظم تک چلی جاتی ہے اور وہاں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتی ہے۔ یہ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے۔ جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھیں تو دس پندرہ مرتبہ پڑھنے کے بعد مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بھی پڑھ لیجیے پھر آخر میں درود شریف پڑھ کر دعا کرلیں کہ یا اللہ! اس کی برکت سے میرا ایمان ہرا بھرا کر دیں تازہ کر دیں کیوں کہ حدیث میں ہے:

جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ[۸۰]

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے قول سے اپنا ایمان ہرا بھرا کرو۔

۸۰؎ کنز العمال، ۴۱۶/۱ (۱۷۶۸)، باب فی الذکر وفضیلتہ، مؤسسۃ الرسالۃ

طریقۂ ذکر نفی و اثبات

ارشاد فرمایا کہ آج ذکر کا جو طریقہ بتاؤں گا اس کو خود بھی سمجھیں اور میرے جو احباب یہاں نہیں تو حاضرین غائبین کو پہنچا دیں۔

۱) جب لَآ اِلٰہَ کہیں تو تصور کریں کہ قلب غیر اللہ سے پاک ہو رہا ہے یعنی باطل خداؤں سے بھی اور حرام خواہشات سے بھی کیوں کہ حرام خواہش بھی باطل خدا ہے۔ میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے شکایت فرمائی:

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَـهٗ ھَوٰىهُ[۸۱]

اے نبی! کیا آپ نے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی بُری خواہش کو خدا بنائے ہوئے ہیں۔ جو مؤمن اپنی بری خواہش پر عمل کرتا ہے وہ مؤمن تو ہے لیکن حقیقت میں اس کا ایمان اتنا کمزور ہے کہ اپنی بُری خواہش کو بھی خدا بناتا ہے اور اپنے اصلی خدا کو فراموش کرتا ہے، یہ انتہائی ناشکرا اور مجرم ہے۔ لَآ اِلٰہَ کہتے ہوئے تھوڑا سا داہنی طرف کو جھک جائے اور تصور کرے کہ قلب دونوں قسم کے باطل خداؤں سے یعنی غیر اللہ سے بھی اور بُری خواہشوں سے بھی خالی ہو رہا ہے اور جب اِلَّا اللّٰہُ کہے تو ذرا سا بائیں طرف کو جھک جائے اور سوچے کہ اللہ کا نور قلب میں داخل ہو رہا ہے۔

دِل مرا ہو جائے اِک میدان ہُو
تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو

اور مرے تن میں بجائے آب و گِل
دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل

غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

اس زمانے میں ضربیں نہ لگائیں کیوں کہ قوتیں کمزور ہیں لہٰذا شیخ کو مجتہد اور محقّق ہونا چاہیے،

---

۸۱ الجاثیۃ:۲۳

لکیر کا فقیر نہ ہونا چاہیے۔ جس زمانے میں لوگ اتنے قوی تھے کہ ہر سال خون نکلواتے تھے اس زمانہ کے وظائف اور اذکار اگر کوئی شیخ اس زمانہ میں بتاتا ہے جو خون چڑھوانے کازمانہ ہے تو چشم دید دیکھا ہے کہ ضربیں لگانے سے اور کثرتِ ذکر سے کتنوں کی گردنیں اکڑ گئیں، سر میں درد رہنے لگا اور کتنے پاگل ہو گئے۔

لٰہذا اس زمانہ میں لمبے لمبے وظیفے نہ بتاؤ۔ سب سے بڑا وظیفہ اور سب سے بڑا ذکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کیجیے، کوئی حرکت اور کوئی فعل ایسا نہ کرو جس سے مالک ناراض ہو جائے، جو اللہ کو ناراض نہیں کرتا، حرام سے بچتا ہے وہ سب سے بڑا ذاکر ہے، سب سے بڑا عابد ہے اگرچہ اس کی زبان ہر وقت ذکر اللہ سے تر نہیں رہتی۔ اگرچہ نوافل بھی زیادہ نہیں پڑھتا۔ تھوڑا سا ذکر کرتا ہے لیکن ہر گناہ سے بچتا ہے یہ اصلی ذاکر ہے لٰہذا لَآ اِلٰہَ سے باطل خداؤں کو اور بُری خواہشات کو دونوں قسم کے غیر اللہ کو دل سے نکالیے اور اِلَّا اللہُ کہتے وقت اللہ کی تجلیات کا مراقبہ کریں کہ عرشِ اعظم سے ایک نور کا ستون آرہا ہے جو میرے قلب سے لگا ہوا ہے جس سے اللہ کا نور میرے قلب میں داخل ہو رہا ہے۔ لَآ اِلٰہَ کی نفی عجیب ہے کہ عرشِ اعظم تک جاتی ہے اور عرشِ اعظم سے اللہ کا نور لے کر آتی ہے۔ مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں، ترجمان السنۃ میں فرماتے ہیں کہ لَآ اِلٰہَ کی تلوار اتنی تیز ہے کہ ساتوں آسمان پار کر کے عرشِ اعظم تک جاتی ہے۔ اگر وہاں بھی اللہ کو نہ پاتی تو عرشِ اعظم سے آگے بڑھ جاتی لیکن وہاں تجلیاتِ الٰہیہ دیکھ کر ٹھہر جاتی ہے۔

نظر وہ ہے جو اس کون ومکاں کے پار ہو جائے
مگر جب روئے تاباں پر پڑے بے کار ہو جائے

ترے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح وبیاں رکھ دی
زبان بے نگاہ رکھ دی نگاہ بے زباں رکھ دی

۲)اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہتے وقت یہ مراقبہ کریں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ساتوں آسمان پار کر کے براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر رہی ہے اور یہ کوئی جاہلانہ تصوف نہیں مدلّل بالحدیث ہے۔ فرمانِ نبوت کے مطابق تصوّف کو مدلّل پیش کرتا ہوں۔ جو تصوّف

قرآن و حدیث سے مدلّل نہ ہو وہ تصوّف ہی نہیں۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللہِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور اللہ میں کوئی پردہ نہیں ہے۔ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ساتوں آسمان پار کر کے عرشِ اعظم ہی تک نہیں پہنچتی ربِ عرشِ اعظم سے ملتی ہے۔

اسی حسرت میں جیے اور مرے ہم
بے پردہ نظارہ ہو کبھی دیدۂ سر سے

دیدۂ دل سے تو اللہ والوں کو نظارہ نصیب ہوتا ہی ہے مگر دلِ بے تاب کی تمنا ہے کہ دیدۂ سر سے بھی نظارہ ہو۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نہیں کرتے ہیں وعدہ دید کا وہ حشر سے پہلے
دلِ بے تاب کی ضد ہے ابھی ہوتی یہیں ہوتی

پھر حسرت پیکان نگہ اے دلِ ناداں
اب تک تو ٹپکتا ہے لہو دیدۂ تر سے

اے دلِ ناداں! تو پھر اس تجلیٔ خاص کی تمنا کر رہا ہے جو حالتِ ذکر میں وارد ہوئی تھی جس کے اثر سے ابھی تک دیدۂ تر سے لہو گر رہا ہے کہ تو دوبارہ جلوہ دیکھنا چاہتا ہے۔ کیا کہوں، یہ اشعار میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت کیف سے پڑھا کرتے تھے جن کی خدمت میں میری زندگی کے سترہ سال گزرے ہیں۔

۳) جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہیں تو سمجھ لیں کہ ہم سارے عالم سے الگ ہو گئے ۔

رہتے ہیں ہم جہاں میں یوں جیسے یہاں کوئی نہیں

سوچیں کہ لَآ اِلٰہَ سے سارا عالم ختم ہو گیا بس ہم ہیں اور ہمارا اللہ ہے۔

آخر میں دعا کر لیں کہ ہم نے غیر اللہ کو دل سے نکالا لیکن اے اللہ ہم سے کیا نکلے گا، ہم کمزور ہیں جس طرح کمزور بچہ ابّا کو پکارتا ہے بندہ کمزور ہے تو ربّا کو پکارے کہ اے میرے

ربّا! آپ اپنی مدد بھیج دیجیے اور غیر اللہ کو ہمارے قلب سے نکال دیجیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو روزانہ سو بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھے گا اس کا چہرہ قیامت کے دن چودھویں تاریخ کے چاند کے مثل چمکے گا اس پر اگر کوئی کہے کہ ١٠٠/ دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پر اتنی بڑی بشارت ہے تو کوئی صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھتا رہے اور نماز، روزہ نہ کرے اور گناہوں میں مبتلا رہے تو کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ سے پھر بھی اس کا چہرہ چمکے گا؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ جو سو دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی لاج رکھتے ہوئے اس کو منہ اُجالا کرنے والے اعمال کی توفیق اور منہ کالا کرنے والے اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں گے اور اس طرح قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کے مانند چمکے گا۔

ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا ایک الہامی طریقہ

ارشاد فرمایا کہ بحالت ذکر عُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ کا مراقبہ کرو۔ اپنے کو اہلِ قبور میں سے شمار کرو۔ ذکر شروع کرنے سے پہلے تھوڑی دیر یہ مراقبہ کرو کہ یہ میرا جنازہ سامنے رکھا ہوا ہے، کفن لپٹا ہوا ہے، اتنی گہری فکر کرو کہ کفن کی گرہیں بھی نظر آنے لگیں پھر کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ۔ یہ سوچو کہ جسم تو مردہ ہو گیا، روح مجرّد ذکر کر رہی ہے، اب نفی لَآ اِلٰہَ کا مزہ ہے، اس وقت مراقبہ کرو کہ کوئی نہیں ہے، نہ زمین و آسمان ہیں نہ کائنات ہے، ہم بھی نہیں ہیں، پوری کائنات میں اے اللہ! صرف آپ ہی آپ ہیں، باقی سب فنا ہو گیا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ[٨٢] مخلوق سے یہ انقطاعِ تام وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا[٨٣] کا مصداق ہو گا۔ اس طرح نفی لَآ اِلٰہَ کے بعد جب اِلَّا اللہُ کہو گے تو یہ اِلَّا اللہُ کی ضرب روح پر پڑے گی۔ فرمایا کہ یہ طریقہ حق تعالیٰ نے اس وقت مجھے خاص عطا فرمایا ہے۔ اس طرح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے ذکر سے روح پر اس قدر فیضان ہو گا کہ ان شاء اللہ! بہت قرب نصیب ہو گا اور اس طریقہ سے ان شاء اللہ! وساوس کا تدارک بھی ہو جائے گا۔ اگر وساوس آئیں کہ تجھے فلاں کام

٨٢؎ الرحمٰن:٢٦

٨٣؎ المزمل:٨

کرنا ہے تو فوراً سمجھا دو کہ تُو تو مردہ پڑا ہوا ہے، تجھے کام کیا، تو بھی ختم ہو گیا، سب کام ختم ہو گئے، اب کچھ باقی نہیں صرف اللہ ہے۔ اس مراقبہ سے ان شاء اللہ! ذکر میں وساوس بھی منقطع ہو جائیں گے اور جمعیتِ قلب کے ساتھ اللہ کا نام لینے کی توفیق ہو جائے گی۔

ذکر اسم ذات کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کا نام لینا شروع کرو تو پہلے اللہ پر جل جلالہٗ کہنا واجب ہے۔ اب اللہ کا نام لینے کا کیا طریقہ ہے؟ میرے شیخ نے سکھایا تھا۔ آہ! جب میرا عالمِ شباب تھا، میں اٹھارہ سال کا تھا اور میرے شیخ ستّر کے قریب تھے۔ فرمایا تھا کہ جب اللہ کہو تو ذرا کھینچ کر کہو کہ ہماری آہ بھی شامل ہو جائے اور سوچو کہ ایک زبان منہ میں ہے اور ایک زبان دل میں ہے اور منہ کی زبان اور دل کی زبان دونوں سے اللہ نکل رہا ہے۔ پھر یہ مراقبہ کرو کہ میرے جسم کا بال بال اللہ کہہ رہا ہے اور پھر یہ مراقبہ کرو کہ میرے کمرے کا ہر ذرّہ ذرّہ اللہ کہہ رہا ہے، پھر یہ مراقبہ کرو کہ سارے عالم کے درختوں کا پتا پتا اللہ کہہ رہا ہے اور سارے عالم کے دریاؤں کا قطرہ قطرہ اللہ کہہ رہا ہے اور سارے عالم کے صحراؤں کا ذرّہ ذرّہ اللہ کہہ رہا ہے اور سارے عالم کے چاند، سورج اور ستارے بھی اللہ کہہ رہے ہیں۔

میرے شیخ نے فرمایا تھا کہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خواب میں ذکر اسم ذات کا مندرجہ بالا طریقہ سکھایا اور خواب ہی میں فرمایا کہ جو اس طرح اللہ اللہ کی ایک تسبیح پڑھ لے گا اس کو چوبیس ہزار اللہ اللہ کہنے کا فائدہ حاصل ہو گا۔

ایک بار اسمِ ذات کہنے سے ننانوے اَسمائے صفات کی تجلی حاصل ہوتی ہے

ارشاد فرمایا کہ اسم ذات تمام اسمائے صفات کا حامل ہے۔ جس وقت بندہ یا اللہ کہتا ہے تو گویا وہ یا غفّار بھی کہتا ہے یا ستّار بھی کہتا ہے یا رزّاق بھی کہتا ہے یا ربّ بھی کہتا ہے۔ ایک بار اللہ کو پکارتے ہو تو گویا ننانوے اسمائے صفاتیہ کو پکارتے ہو اور بیک وقت تمام اسمائے صفاتیہ کی تجلی نازل ہوتی ہے۔

پالنے والے کا نام محبت سے لیجیے

ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ میں رب کا لفظ نازل فرما کر یہ بتادیا کہ اپنے پالنے والے کا نام محبت سے لو۔ حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو ظالم محبت سے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا وہ اس لفظ کا حق ادا نہیں کرتا حالاں کہ ان کا نام تو اتنا شیریں ہے کہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نام او چو بر زبانم می رود
ہر بنِ مو از عسل جوئے شود

جب اللہ تعالیٰ کا نام میری زبان سے نکلتا ہے تو میرے جسم کے جتنے بال ہیں شہد کے دریا ہو جاتے ہیں۔

یہ شعر تو مثنوی میں فرمایا اور دیوانِ شمس تبریز جو درحقیقت ان ہی کا کلام ہے لیکن ادب کی وجہ سے اپنے شیخ حضرت شمس الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کر دی۔ اس میں فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل! یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا شکر کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے ؎

اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

اے دل! یہ چاند زیادہ حسین ہے یا چاند کا بنانے والا زیادہ حسین ہے۔ جس نے لیلیٰ میں ذرا سا نمک ڈال دیا اور مجنوں پاگل ہو گیا، خود اس خالقِ نمک کا کیا عالَم ہو گا جس نے ساری کائنات کے حسینوں کو نمک عطا فرمایا ہے۔ اس خالقِ نمک سے دل لگا کر دیکھو۔ جس نے مولائے کائنات کو پالیا۔ واللہ! اس نے تمام لیلائے کائنات کو پالیا۔ اس کے قلب میں حوروں سے زیادہ مزہ آجاتا ہے کیوں کہ حوریں مخلوق ہیں، جنت مخلوق ہے، حادث ہے۔

ارادۂ دل سے اللہ اللہ کہنا

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ ایسا

وظیفہ بتادیں کہ خود بخود زبان سے اللہ نکلتا رہے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ توبہ کرو اس بات سے۔ ایک اللہ جو اپنے ارادہ سے نکلے ایک کروڑ بلا ارادہ اللہ اللہ سے افضل ہے اس لیے حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی ایک لاکھ رکعت سے افضل ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی فضیلت

ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو روزانہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی ایک تسبیح پڑھ لے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ چودہ تاریخ کے چاند کی طرح چمکا دیں گے اور جس کا چہرہ اللہ چمکائے گا تو اس کے گناہوں کو بھی معاف کر دے گا اور منہ کالا کرنے والے اعمال سے اس کی حفاظت کرے گا اور گناہوں کو معاف کر کے ندامت کی برکت سے اتنے عالی مقام پر پہنچائے گا کہ بعض تقدّس پر ناز کرنے والے اس مقام پر نہیں پہنچ سکتے کیوں کہ اللہ کو ناز پسند نہیں ہے، زور سے خدا نہیں ملتا، زاری سے ملتا ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا عاشقانہ ترجمہ کیا ہے اور ان کے سوا ہمارا کون ہے، بتاؤ! یہ ذکر نفی واثبات تصوّف کا مسئلہ ہے کہ نہیں؟ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ صوفیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی جو ضربیں لگاتے ہیں اس آیت سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی قیمت

ارشاد فرمایا کہ معلوم ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی کیا قیمت ہے؟ حدیثِ شریف میں ہے کہ اگر ساتوں زمین و آسمان ترازو کے ایک پلڑے پر رکھ دیے جائیں اور ایک میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو یہی پلڑا جھک جائے گا۔ اللہ اکبر ایسی نعمتیں ہمارے پاس ہیں اور کافر ملکوں کے عیش پر ہم لوگ رال گراتے ہیں۔ ارے ان کافروں کے پاس کیا رکھا ہے؟ کافر صدر ہو یا کافر بادشاہ، انہیں کوئی اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔ اصلی دولت تو ان کے پاس ہے ہی نہیں، کافر بادشاہ یا کافر حاکم تو زمین کے ذرا سے ٹکڑے پر حکومت کر کے اللہ سے غافل ہو گئے اور مؤمن جب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو ساتوں زمین اور ساتوں آسمانوں پر اس کی بادشاہت

ہوتی ہے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ ساتوں زمین وآسمان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے مقابلہ میں ہلکے ہیں۔

ستّر ہزار مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی فضیلت

ارشاد فرمایا کہ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک جوان آیا جو ولی اللہ تھا، کَانَ شَابٌّ مَشْهُوْرًا بِالْكَشْفِ اس کا کشف مشہور تھا، اس نے اچانک رونا شروع کردیا۔ شیخ ابن عربی نے پوچھا: اے جوان! کیوں روتا ہے؟ اس نے کہا: اَرٰی اُمِّیْ فِی الْعَذَابِ میں اپنی ماں کو عذاب میں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ ابن عربی فرماتے ہیں میں نے اللہ سے دل ہی دل میں بات کی کہ اے اللہ! یہ جو میں نے ستر ہزار مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھا ہے اور ابھی تک کسی کو ایصالِ ثواب نہیں کیا یہ اس جوان اللہ والے کی ماں کو عطا کردے، فَوَهَبْتُ فِیْ بَاطِنِیْ ثَوَابَ التَّهْلِیْلَةِ الْمَذْكُوْرَةِ لَهَا میں نے اس کی ماں کے لیے ستر ہزار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا ثواب ہدیہ کردیا۔ فَضَحِكَ پس وہ جوان ہنسا حالاں کہ شیخ کی زبان ہلی بھی نہیں تھی، دل میں اللہ تعالیٰ سے سودا کیا تھا لیکن چوں کہ ظالم کو کشف بہت ہوتا تھا، اس کا کشف مشہور تھا تو وہ فوراً ہنسا اور اس نے کہا اِنِّیْ اَرَاهَا الْاٰنَ فِیْ حُسْنِ الْمَاٰبِ، میں اپنی ماں کو جنت میں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ فَعَرَفْتُ صِحَّةَ الْحَدِیْثِ بِصِحَّةِ كَشْفِهٖ وَصِحَّةَ كَشْفِهٖ بِصِحَّةِ الْحَدِیْثِ[۸۴] پس میں نے اس حدیث کی صحت کو اس جوان کے کشف کی صحت سے اور اس کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان لیا، یقین تو پہلے ہی تھا لیکن اب اور بڑھ گیا۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ زندگی چند دن کی ہے ؎

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

اصلی پاسِ انفاس

ارشاد فرمایا کہ اگر ہم اپنی ہر سانس کی اس طرح حفاظت کریں کہ ہماری

[۸۴] مرقاۃ المفاتیح: ۲۰۰/۳، باب ما علی المأموم من المتابعۃ وحکم المسبوق، دار الکتب العلمیۃ

کوئی سانس اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے اعمال میں مصروف نہ ہو، حرام خوشیوں میں مشغول نہ ہونے پائے یہ اصلی پاس انفاس ہے۔ انفاس جمع ہے نَفَس کی اور پاس کے معنیٰ ہیں دیکھ بھال کرنا۔ ہر سانس کی دیکھ بھال کرنا کہ کوئی سانس اللہ کی ناخوشی کی راہ سے لذت نہ اُٹھائے اصلی پاس انفاس یہ ہے۔

نہ کوئی راہ پا جائے نہ کوئی غیر آجائے
حریمِ دل کا احمدؔ اپنے ہر دم پاسباں رہنا

اللہ کا ہر نام عمل کی دعوت دیتا ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ہر نام ہم کو عمل کی دعوت دے رہا ہے، اللہ کی ہر صفت ہم کو عمل کی طرف داعی ہے۔ قہّار کے معنیٰ ہیں کہ میں قہر والا ہوں مجھ سے ڈرو، رحمٰن کے معنیٰ ہیں کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہو، رزّاق کے معنیٰ ہیں کہ رزق میرے ہاتھ میں ہے مجھ سے ہی طلب کرو، رزق میں دیر ہو تو گھبراؤ نہیں۔ ننانوے صفات کا ہم سے حق ادا ہو جائے تو کام ہی بن جائے۔ ننانوے اسماء صفاتی ہیں، اللہ اسم ذاتی ہے، ذاتی اور صفاتی مل کر ۱۰۰/۱۰۰ نمبر بن جائیں گے یعنی سو فیصد کامیابی ہو جائے گی۔

ذکر اسم ذات

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ روزانہ اسم بسیط اللہ اللہ اس تصور سے کریں کہ میرے ہر بُنِ مُو سے اللہ اللہ نکل رہا ہے اور پھر یہ اضافہ کرلیں کہ میرے ہر بُنِ مُو کے ساتھ ساتھ زمین و آسمان، شجر و حجر، بحر و بر، چرند و پرند غرض ہر ذرۂ کائنات سے ذکر جاری ہے۔

اللہ میں اپنی آہ کو سمودیجیے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کو ہمیشہ یاد کیجیے اسی سے لو لگائیے اور تعلق جوڑیے۔ اللہ کہتے ہوئے اسے قدرے کھینچیے، پھر دیکھیے کتنا مزہ آتا ہے۔ اس وقت ایسا معلوم ہو گا کہ گویا اس لفظ ''اللہ'' میں آپ نے اپنی آہ سمودی ہے اور اپنی ساری فریاد اس لفظ کے ادا کرنے کے ساتھ ہی اس کے دربار میں پیش کردی۔

خلاصۂ دَستورُ العمل برائے یاد داشت (دربارۂ ذکر)

۱) دو رکعت نفل توبہ کی نیت سے۔ پھر استغفار، بلوغ سے اِس وقت تک کے معاصی سے اور دو رکعت نفل حاجت کی نیت سے۔ پھر تزکیۂ نفس کی دُعا کرے۔ (دس منٹ)

۲) جس قدر ہو سکے تلاوت۔ اگر استحضارِ معانی کے ساتھ ہو تو بہتر ہے۔

۳) ذِکر نفی و اثبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۱۰۰ مرتبہ اور ۱۰۰ مرتبہ اللہ کا ذِکر اس طرح کریں کہ گویا زبان اور قلب سے ساتھ ساتھ اللہ نکل رہا ہے۔ جہر خفیف یعنی ہلکی آواز ہو کہ خود سُن سکے اور آواز میں درد و گریہ کی ہلکی آمیزش کرے اگرچہ بہ تکلف کرنا پڑے۔

۴) کسی وقت ہر روز سو مرتبہ درج ذیل درود شریف پڑھ لیا کریں:

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ

۵) مراقبہ بصیر و خبیر ہونے کا کہ حق تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ (تین منٹ)

۶) سو مرتبہ اللہ اللہ کا ذکر اس تصور سے کرنا کہ ہر بُن مُو سے اللہ اللہ نکل رہا ہے اور کائنات کے ہر ذرّہ سے ذکر جاری ہے۔

یہ معمولات اگر ایک وقت میں نہ ہو سکیں تو دو مجلسوں میں ادا کرلیں۔

نوٹ: ان تدابیر کے باوجود بھروسہ صرف حق تعالیٰ کے فضل پر رہنا چاہیے۔ بغیر ان کی عنایت کے کچھ کام نہیں چلتا۔

ذرّہ سایہ عنایت بہتر است
از ہزاراں کوشش طاعت پرست

ترجمہ: اے اللہ آپ کی عنایت کے ایک ذرّے کا سایہ بھی عبادت گزار کی ہزاروں عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔

یہ تدابیر مذکورہ بھی عنایت حق کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہی تحریر کی گئی ہیں۔

انتباہ: اگر ضعف ہو تو مصلح کے مشورہ سے ذکر کی تعداد کم کردیں اور بدون مشورۂ شیخ یہ دستور تزکیۂ نفس کچھ مفید نہیں۔ شیخ سے اطلاعِ حال و اتباعِ تجویز و انقیاد کا سلسلہ بذریعہ صحبت

اور مکاتبت جاری رہنا بھی ضروری ہے۔ چند روز کی محنت ہے پھر راحت ہی راحت دونوں جہاں میں ان شاء اللہ تعالیٰ عطا ہو گی۔

ذکر میں لذّت مقصود نہیں

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ذکر کرتا ہوں مگر مزہ نہیں ملتا، دل نہیں لگتا اور یہ سوچ کر بہت سے لوگ ذکر ہی کو ترک کر دیتے ہیں مگر ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ مقصود ذکر کرنا ہے، مزہ کا ملنا نہیں۔ مزہ مل جائے تو یہ انعام خداوندی ہے ورنہ صرف ذکر ہی مقصود اور مطلوب ہے مَنْ اَحَبَّ شَيْـئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهٗ جو جس چیز کو زیادہ پسند کرتا ہے وہ اسی کا تذکرہ بھی زیادہ کرتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے دوستوں میں جب بھی کہیں کسی سے ملتا ہے تو مختلف طریقوں سے اپنی محبوب اور پسندیدہ چیزوں کا ذکر چھیڑ دیتا ہے۔ میرے بھائی آپ بھی خدا سے محبت کیجیے خدا اپنی محبت سے ضرور نوازے گا۔

ذکر میں دل نہ لگنے کی شکایت

ارشاد فرمایا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ سے ان کے مرید نے شکایت کی کہ دل ذکر میں حاضر نہیں رہتا۔ فرمایا کہ اس بات کا شکر کرو کہ ایک عضو (زبان) کو ذکر میں اللہ تعالیٰ نے لگا دیا ہے اور دل کی توجہ کی دعا کرتے رہو۔

احقر عرض کرتا ہے کہ شکر پر وعدہ ہے زیادہ عطا فرمانے کا۔ پس ذکرِ لسانی پر شکر کی برکت سے قلب کی حضوری کی نعمت بھی زیادہ عطا فرمانے کے وعدہ کے ساتھ آ جاوے گی۔

عقلی و طبعی ذکر و فکر

ارشاد فرمایا کہ عقلی و طبعی محبت میں عقلی محبت کافی ہے اور اللہ تعالیٰ طبعی محبت بھی عطا فرما دیں تو سبحان اللہ! اگر طبعی طور پر کسی کا دل ذکر و فکر میں نہ لگے تو کوشش کر کے دیکھ لو۔ عقلی طور پر ذکر و فکر اور محبت کافی ہے۔

ذکر بے لذت بھی نافع ہے

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ذکر میں مزہ

نہ آئے تو بہ تکلف ذکر کیے جاؤ، ناغہ نہ کرو۔ دیکھو شروع شروع میں تمبا کو کھانے سے قے ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس بُری عادت کو جاری رکھے اور تمبا کو کھاتا رہے تو ایک زمانہ ایسا آتا ہے کہ کھانا ملے نہ ملے لیکن تمبا کو ملنا چاہیے۔ اگر نہیں ملتا تو پان بھنگی سے مانگ کر کھالیتا ہے۔ تو فرمایا کہ جب بُری چیز کی عادت نہیں چھوٹتی تو اللہ کے نام کی اچھی عادت ڈالو، مزہ نہ بھی آئے تو بھی ذکر میں ناغہ نہ کرو۔ ایک دن ایسی عادت پڑ جائے گی کہ اگر اللہ کا نام لیے بغیر سونا چاہو گے تو نیند نہیں آئے گی جب تک ان کو یاد نہ کرلوگے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بات مان لو، حضرت کے الفاظ تک میں نے یاد کر رکھے ہیں کہ ذکرِ بے لذت سے بھی قلب پر معیتِ خاصہ کا انکشاف ہو جاتا ہے یعنی اللہ کا نام اتنا بڑا انام ہے کہ چاہے کچھ مزہ نہ آئے لیکن ان شاء اللہ! معیتِ خاصہ، ولایتِ خاصہ سے اور نسبتِ خاصہ سے یہ شخص محروم نہیں رہے گا۔

ذکرِ بے لذّت کے مفید ہونے کی ایک عجیب مثال

ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مزہ نہیں آتا ہے تو کیا نقصان ہے۔ اگر موتی کے خمیرہ میں کسی کو مزہ نہ آئے تو کیا موتی کا خمیرہ اس کو مفید نہ ہو گا؟ مکہ شریف میں ایک بڑے عالم سے سوال کیا گیا کہ صاحب! میں دارالعلوم چلا رہا ہوں ہزاروں فتنے ہیں۔ اہتمام کی فکر، گھر بار کی فکر، جب اللہ اللہ کرتا ہوں تو دل میں تو تشویش ہوتی ہے، ذکر میں دل ہی نہیں لگتا تو ایسے مشوّش قلب کے ساتھ اللہ کا نام لینے سے کیا فائدہ ہو گا؟ ان عالم صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس کا جواب دو۔ میں نے عرض کیا کہ مکہ شریف میں جتنے دوکاندار ہیں، حج کے چار مہینے کی کمائی سال بھر کھاتے ہیں، اس وقت ان کو اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ بیٹھ کر اطمینان سے کھانا کھالیں۔ دس گاہک کھڑے ہیں، دوکاندار صاحب کے منہ میں ڈبل روٹی ہے، کھاتے جارہے ہیں اور تسبیح اور رومال اور ٹوپی گاہکوں کو دے رہے ہیں اور ریال لے رہے ہیں۔ اس تشویش و فکر میں جو روٹی کھارہے ہیں بتایئے اس سے خون بنتا ہے یا نہیں اور وہ زندہ رہتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح ہزار تشویش کے ساتھ اللہ کا نام روح میں نور ہی پیدا کرتا ہے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہزاروں تشویش کیا اگر غفلت کے ساتھ بھی زبان سے اللہ کا نام نکل جائے تو اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اصلی موتی کا خمیرہ قسم اعلیٰ اگر

غفلت میں کھالے تو اثر کرے گا یا نہیں؟ ایک شخص کسی تشویش میں مبتلا ہے، اس کو خمیرہ چٹا دیا گیا اور اس وقت بھی اس کا دماغ حاضر نہیں تھا، کسی سوچ میں پریشان تھا۔ تو بتایئے خمیرہ سے اس کو طاقت آئے گی یا نہیں؟ ضعف دور ہو گا یا نہیں؟ اسی طرح غفلت کی حالت میں، تشویش کی حالت میں، بغیر لذت کے بھی جو اللہ کا ذکر کرتا رہے گا روح میں طاقت آتی چلی جائے گی، نور پیدا ہو گا، ایمانی حیات میں ترقی ہوتی چلی جائے گی۔ ورنہ ذکر میں لذت اور مزہ نہ ملنے سے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا عاشق نہیں ہے، عبد اللطیف نہیں ہے، یہ ظالم عبد اللطف ہے۔ مزے کا غلام ہے، اللہ کا غلام کہاں ہے۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بے لذت ذکر اگر کوئی ہمیشگی سے کرتا رہے، مزہ نہیں آرہا ہے لیکن اللہ کا حکم سمجھ کر یہ ذکر کیے جارہا ہے تو ایک زمانہ آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ولایت، اپنی نسبت اس کو عطا کردیں گے اور اس کے بعد پھر مزہ بھی آنے لگے گا ان شاء اللہ! اور بتادوں کہ کتنا مزہ آئے گا؟ ایک ہی اللہ میں زمین سے آسمان تک شربتِ روح افزا کا سمندر غیر محدود موجوں کے ساتھ نظر آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ! کیوں کہ وہ خالقِ شکر ہے، خالقِ شربت ہے، گنے کے رَس کا پیدا کرنے والا ہے، اگر خدا گنوں میں رَس نہ پیدا کرے تو ساری دنیا کے گنے مچھر دانی کے ڈنڈوں کے بھاؤ بک جائیں۔

وساوس وخیالات کے ہجوم میں ذکر کے نافع ہونے کی ایک اور مثال

ارشاد فرمایا کہ کمرے میں اندھیرا ہے، آپ کے دل میں وساوس وخیالات کا ہجوم ہے لیکن آپ ٹیوب لائٹ تک پہنچے اور انگلی سے اس کا سوئچ دبا دیا تو تمام سوچ اور فکر وپریشانی کے باوجود ٹیوب لائٹ جلے گی یا نہیں؟ بس ہزاروں فکر، ہزاروں وساوس ہوں لیکن جب اللہ کا نام منہ سے نکل گیا تو سمجھ لو کہ تمام سوچیں دب گئیں، اللہ کا نور دل میں پیدا ہو گیا، اللہ کے نور کی ٹیوب لائٹ آپ کے قلب میں روشن ہو گئی۔

ارے یارو جو خالق ہو شکر کا
جمالِ شمس کا نورِ قمر کا

نہ لذّت پوچھ پھر ذکرِ خدا کی
حلاوت نام پاک کبریا کی

ذکر اللہ کے برکات و ثمرات

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کا میرے پاس ٹیلی فون آیا کہ ہمیں ذکر میں مزہ نہیں آرہا ہے۔ ہم آپ کے مشورہ سے ذکر تو کرتے ہیں لیکن کچھ مزہ نہیں آتا۔ اب سن لیجیے اس کا جواب۔ پہلے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب سنیے: وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں مزہ آئے یا نہ آئے، ظالم! یہ کیا کم نعمت ہے کہ تو مولیٰ کا نام لے رہا ہے۔ جس کو ان کا نام لینے کی توفیق ہو جائے یہ معمولی انعام ہے؟ ایک بزرگ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! آپ کا بہت بڑا نام ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنی ہم پر مہربانی کر دیجیے۔ کیا کہوں اس ظالم کی دعا مجھ کو وجد میں لاتی ہے۔ تو کیا یہ معمولی نعمت ہے کہ بندہ ہو کر اتنے بڑے مالک کا نام لے رہا ہے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تشویش قلب اور غیر حاضر دل کے ساتھ بھی اللہ کا نام نفع سے خالی نہیں۔ جو قلب مشوّش ہو، ہزاروں فکریں ہوں، اس حال میں بھی جب زبان سے اللہ نکلے گا تو اپنا نور پیدا کر کے رہے گا۔

بے لذّت ذکر سے بھی نسبت عطا ہو جاتی ہے

ارشاد فرمایا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مزہ آئے نہ آئے ذکر پورا کرو۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ نقل کرتا ہوں کہ جس سالک کو، اللہ اللہ کرنے والے کو ذکر میں کچھ مزہ نہ آئے مگر ذکر کرتا رہے تو بے لذّت ذکر سے بھی اس کو نسبت مع اللہ عطا ہو جاتی ہے اور قلب کو صحت نصیب ہو جاتی ہے یعنی بیمار دل بھلا چنگا ہو جاتا ہے، تندرست ہو جاتا ہے چاہے مزہ آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ مزہ آیا تو آپ نے اللہ کا نام لیا اور مزہ نہ آیا تو اللہ کا نام لینا چھوڑ دیا تو بتائیے! آپ مزے کے غلام ہیں یا اللہ کے؟ عبد اللطف ہیں یا عبد اللطیف ہیں؟ یہ شیطان کی بہت خطرناک سازش ہے، وہ پٹی پڑھاتا ہے کہ ذکر میں مزہ نہیں آرہا ہے لہٰذا ذکر چھوڑ دو لیکن آپ اس کے کہنے میں نہ آئیں۔ ہمارے بزرگوں نے ہمیں جتنا ذکر بتایا ہے اس میں ناغہ

مت کرو، جو ناغہ کرتا ہے فاقہ کرتا ہے، ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہے، اگر بیمار ہو تو آدھا ہی پڑھ لو، ورنہ جتنی ہمت ہو اتنا کر لو اور نفس سے کہہ دو کہ اگر آج تو نے ذکر نہیں کیا تو تجھے فاقہ کراؤں گا، روٹی نہیں چھوڑی تو روٹی دینے والے کا نام کیسے چھوڑوں؟

ذکر میں دل نہ لگنے پر ثواب زیادہ ہے

ایک صاحب نے خط لکھا کہ تمام معمولات تو باقاعدہ ادا ہو رہے ہیں لیکن دل باوجود کوشش کے زیادہ تر نہیں لگتا۔ حضرت والا نے جواباً تحریر فرمایا کہ دل کا لگنا فرض نہیں، لگانے کی کوشش فرض ہے۔ بغیر دل لگے ذکر کا ثواب زیادہ ہے کہ مشقت زیادہ ہے۔

ذکر میں مزہ نہ آنے پر بھی ذکر کی تعداد پوری کرنا نعمت ہے

ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات فکر سے ادا کرتا ہوں مگر دھیان اور جان نہیں ہے کچھ مراقبہ بھی کیا، جو آپ تحریر کرتے ہیں عمل بھی کرتا ہوں۔ مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ کچھ کھویا کھویا رہتا ہوں اور دھیان بٹا رہتا ہے۔ ذکر کا وہ مقام نہیں ہے جو آپ بتاتے ہیں۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ بے فکر رہیں بس ذکر کی تعداد پوری کرلیں جس طرح ہو سکے یہی بڑی دولت ہے کہ اُن کا نامِ پاک ہمارے منہ سے نکل جائے۔

ذہنی کمزوری کی وجہ سے ذکر کم کرنا چاہیے نہ کہ دل نہ لگنے کی وجہ سے

ایک خاتون نے لکھا کہ حضرت آپ کی بتائی ہوئی تسبیح سبحان اللہ کی پہلے تو تین سو مرتبہ پورا پڑھا کرتی تھی اب دل نہ لگنے کے باعث اور ذہنی کمزوری کی وجہ سے کم کر دی ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا کہ ذہنی کمزوری کی وجہ سے کم کرنا تو صحیح ہے لیکن دل نہ لگنے کی وجہ سے ذکر کم کرنا یا چھوڑ دینا مناسب نہیں۔

ذکر مقصود ہے، کیف نہیں

ایک صاحب نے لکھا کہ اللہ کا ذکر کرتا ہوں تو اکثر بے کیفی رہتی ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا کہ ذکر مقصود ہے، نہ کیف مقصود ہے نہ بے کیفی۔ اس لیے

کسی بے کیف کو اپنی بے کیفی پر حیف نہ ہونا چاہیے۔

بے کیفی میں ہم نے تو اک کیف مسلسل دیکھا ہے
جس حال میں بھی وہ رکھتے ہیں اس حال کو اکمل دیکھا ہے

اہلِ تدریس کو ذکر کا شرف ہر وقت حاصل ہے

باربڈوز کے ایک عالم نے لکھا کہ بوجہ تدریس ذکر کی مجوزہ تعداد پوری نہیں کرپاتا۔ جواب میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ آپ کے لیے ذکر قلیل کمّاً مگر کثیر کیفاً کافی ہے۔ اہلِ تدریس کو ذکر کا شرف ہر وقت حاصل ہے۔

ذکر میں دل لگنے کے لیے کچھ ہدایات

ایک صاحب نے خط لکھا کہ ذکر میں دل نہیں لگتا، جانتا ہوں کہ دل لگنا ضروری نہیں، لگانا ضروری ہے لیکن ایسا طریقہ بتایئے کہ دل لگنے لگے۔

جواب میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

۱) ذکر و معمولات سے قبل موت اور قبر کی منزل کو ایک منٹ سوچ لیں۔

۲) حق تعالیٰ کے احسانات کا مراقبہ کریں اور زبان سے کہتے رہیں کہ آپ نے ہمیں انسان پیدا فرمایا، پھر مسلمان پیدا فرمایا، مسلم گھرانے میں پیدا فرمایا، پھر حفظِ قرآن کی دولت سے نوازا، نمازی بنایا وغیرہ وغیرہ۔ (تفصیل سے ۵ منٹ تک)

۳) پھر ذکر و معمولات پورا کریں، اس طرح دل لگے گا اور لطف آئے گا کہ محسن کی محبت فطری امر ہے اور پھر قبولیت کی دعا کریں اور ذکر سے نیت یہ ہو کہ اور زیادہ محبتِ حق تعالیٰ سبحانہٗ حاصل ہو۔

۴) آنکھوں کی حفاظت کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے اور نماز و توبہ اور استغفار سے کوتاہیوں کی تلافی کا سلسلہ بھی رہے۔

اتّباعِ سنّت اور تقویٰ کا اہتمام ہی در حقیقت ذکر اللہ بالقلب ہے

ایک صاحب نے لکھا کہ بحیثیت سالک وہ کون سے باطنی اعمال ہیں جو ذکر باللّسان کے مدارج کو طے کر کے ''ذکر اللہ بالقلب'' کی حیثیت اختیار کر جائیں اور حق تعالیٰ شانہٗ بنظرِ عنایتِ خاصہ من الشیخ اپنا قربِ خاص اور اس کی لذّتِ دائمہ عطا فرمائیں اور وہ کیفیتِ خاصہ عنایت ہو جائے جو اپنے خالقِ حقیقی کو ہمہ وقت روبرو پائے اور کیفیتِ احسانی و حلاوتِ ایمانی نصیب ہو جائے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ صرف اتّباعِ سنت اور تقویٰ کا اہتمام، خاص کر نظر کی حفاظت کا غم جو دل کو پاش پاش کرتا ہے اور مرشد کی دعا اور صحبت سے یہ مقام محسوس ہونے لگے گا۔

مزے کی حقیقت

ارشادفرمایا کہ جہاں بھی خالقِ لذّات کائنات کا تذکرہ ہوگا وہیں مزہ آئے گا اور روح مست ہو جائے گی اور مزہ وہی ہے جو روح کو مست کر دے۔

دونوں عالم سے پاؤ گے بہتر
لذتِ نامِ ربِّ جہاں کو

جانیں کیا اہلِ غفلت جہاں میں
قربِ اہلِ محبت کی شاں کو

لذت آہ صحرا کی اخترؔ
کیا خبر بلبلِ گلستاں کو

(شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا ذکر

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے معنیٰ اور اس کی برکات

ارشاد فرمایا کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے معنیٰ بہت اہم بھی ہیں اور دور رس نتائج کے حامل بھی ہیں۔ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے کیا معنیٰ ہیں؟ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے معنیٰ ہیں "نہیں ہے طاقت گناہوں سے بچنے کی اور نہیں ہے قوت نیک اعمال کرنے کی مگر اللہ کی مدد سے۔" مزید فرمایا کہ حضرت ہردوئی (حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص بُرے اعمال سے نہیں بچ پارہا ہو یا نیک اعمال میں سستی ہورہی ہو تو اسے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا ذکر کرنا چاہیے اور کم ازکم ستر دفعہ کرنا چاہیے پھر اس کے واسطہ سے دعا کرے۔ ان شاء اللہ! سستی دور ہو جائے گی اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوگی۔ اس طرح یہ وظیفہ جنت تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے گا اور اگر کوئی شخص نماز سے پہلے ایک دفعہ بھی یہ وظیفہ پڑھ لے تو اس کی نماز وساوس سے محفوظ رہے گی۔ افکار وخیالات کا ہجوم اور ذہنی پراگندگی کا وہ شکار نہیں ہوگا اور وہ نماز کی لذت سے آشنا ہوگا، ذہن ودل کی حضوری حاصل ہوگی۔

لَاحَوْلَ کے ذکر سے شرح صدر کا حصول

ارشاد فرمایا کہ اس وظیفہ سے شرح صدر کی نعمت حاصل ہوگی جو بہت بڑا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ [۸۵]

۸۵؎ الانعام: ۱۲۵

ترجمہ: اللہ جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ کھول دیتا ہے اسلام کے لیے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتا ہے اس کے سینے کو بہت تنگ کر دیتا ہے (یعنی وہ ہر خیر کے لیے اپنے اندر گھٹن محسوس کرتا ہے) جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہو۔

ایک دفعہ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! شرح صدر کس طرح ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ کے ذکر سے اس کے دل میں نور بھر جاتا ہے اور سینہ کھل جاتا ہے۔

شرح صدر کی علامتیں اور ذکر کی برکات

ارشاد فرمایا کہ بھائیو! جب شرح صدر ہوتا ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے، تنگی و تاریکی دور ہو جاتی ہے اور افکار کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور اس طرح بندہ جب خدا کی یاد میں لگ جاتا ہے اور اپنی طاقت کی نفی کر کے خدا کے حضور جھک جاتا ہے تو اللہ اس کا نام روشن کر دیتا ہے۔ بڑے سے بڑے جاہ و مال کا مالک مر جاتا ہے اور اس کا نام بھی مٹ جاتا ہے مگر خدا کو یاد کرنے والے ہمیشہ یاد کیے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جتنے اولیاء ہیں سب کا نام روشن ہے اور عزت و احترام کے ساتھ ان کا نام لیا جاتا ہے مگر دنیاوی وجاہت کا مالک اس دولت سے محروم ہے۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ...الخ پڑھنے کی فضیلت

ارشاد فرمایا کہ جب بندہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! سن لو میرے بندے جو لَاحَوْلَ پڑھ رہے ہیں یہ سب کے سب فرماں بردار ہوگئے۔ حدیث کی عبارت ہے اَسْلَمَ عَبْدِیْ وَاسْتَسْلَمَ[۸۶] اس کی شرح کیا ہے؟ اَسْلَمَ عَبْدِیْ اَیْ عَبْدِیْ اِنْقَادَ وَ تَرَکَ الْعِنَادَ یعنی میرا بندہ فرماں بردار ہو گیا اور نافرمانی چھوڑ دی لہٰذا جب لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھو تو یہ مراقبہ کرو کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے میرے لیے فرما رہے ہیں کہ اے فرشتو سن لو! میرا یہ بندہ فرماں بردار ہو گیا۔ عَبْدِیْ اِنْقَادَ وَ تَرَکَ الْعِنَادَ اور وَاسْتَسْلَمَ کا کیا مطلب ہے؟ اَیْ فَوَّضَ عَبْدِیْ اُمُوْرَ

۸۶؎ کنز العمال: ۴۵۳/۱ (۱۹۵۱)، باب فی الحوقلة، مؤسسة الرسالة

الْکَآئِنَاتِ بِاَسْرِهَا اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ[۸۷] میرے بندے نے اپنی کائنات کی تمام ضروریات کو میرے سپرد کردیا۔ تو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کا ایک عظیم انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ذکر فرشتوں سے فرماتے ہیں۔ مالکِ کائنات ہم غلاموں کو وہاں یاد فرمائیں کیا کرم ہے اُن کا! اس لیے جب لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ پڑھو تو اس میں یہ مراقبہ بھی کرلیا کرو تاکہ ہمارا دل خوش ہوجائے کہ زمین والوں کا ذکر عرشِ اعظم پر ملائکہ مقرّبین اور ارواحِ انبیاء و مرسلین کے سامنے ہورہا ہے عِنْدَ الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعِنْدَ اَرْوَاحِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔[۸۸]

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کی خاصیت

ارشاد فرمایا کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کے اندر خاصیت یہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے دیتے ہیں۔ لَاحَوْلَ کے معنیٰ ہیں نہیں طاقت ہے گناہ سے بچنے کی اور وَلَا قُوَّةَ کے معنیٰ ہیں نہیں طاقت ہے نیک عمل کرنے کی، اِلَّا بِاللهِ مگر اللہ کی مدد سے۔ حدیث پاک میں بشارت ہے کہ اس کو پڑھنے سے توفیق کا خزانہ مل جاتا ہے۔ اس کو كَنْزٌ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ[۸۹] فرمایا گیا کہ یہ جنت کا خزانہ ہے۔

محدّثین نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ کیوں کہ اس سے گناہ سے بچنے کی اور نیک عمل کرنے کی توفیق ملتی ہے لہٰذا جنت تو پھر مل ہی جائے گی۔ جنت کے دو ہی خزانے ہیں، نیک عمل اور گناہ سے بچنا۔ اور دونوں اس سے حاصل ہوجاتے ہیں۔ اس لیے ارشاد فرمایا گیا کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کے معنیٰ

ارشاد فرمایا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بتاؤ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کے کیا معنیٰ ہیں؟ انہوں

۸۷؎ مرقاة المفاتيح: ۲۳۰/۵ (۲۳۲۱) باب ثواب التسبيح والتحميد والتهليل والتكبير، دار الكتب العلمية، بيروت

۸۸؎ مرقاة المفاتيح: ۴۹/۵، باب ذكر الله والتقرب اليه، المكتبة الامدادية، ملتان

۸۹؎ صحيح البخاري: ۱۰۹۹/۲، باب قوله وكان الله سميعا بصيرا، المكتبة القديمية

نے عرض کیا کہ اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا حَوْلَ عَنْ مَّعْصِیَۃِ اللہِ اِلَّا بِعِصْمَۃِ اللہِ وَلَا قُوَّۃَ عَلٰی طَاعَۃِ اللہِ اِلَّا بِعَوْنِ اللہِ[۹۰] یعنی نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی طاقت مگر اللہ کی حفاظت سے اور نہیں ہے نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ کی مدد سے۔

حدیث پاک میں ہے کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے کَنْزٌ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ محدثین کرام نے لکھا ہے کہ اس کو جنت کا خزانہ اس لیے فرمایا گیا کہ اس کی برکت سے نیک اعمال کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے اور جنت ملنے کے یہی دو راستے ہیں کہ انسان نیکی کرنے لگے اور گناہوں سے بچنے لگے، لہٰذا چاہیے کہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کم سے کم ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھ لیں۔ آپ کہیں گے کہ ایک سو گیارہ میں کیا خاص بات ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام اَلْکَافِیْ ہے، ایک سو گیارہ کافی کا عدد ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! ایک سو گیارہ مرتبہ لَاحَوْلَ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ آپ کی ہدایت کے لیے کافی ہوجائیں گے، اس کلمہ کے اوّل وآخر درود شریف پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے روئیں اور گڑگڑائیں کہ یااللہ مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ کیجیے، ہم تباہ ہوجائیں گے، برباد ہوجائیں گے۔ آپ اپنی رحمت سے مدد کیجیے۔ ان شاء اللہ! مدد آجائے گی۔ جو اللہ تعالیٰ سے ان کی مدد مانگتا ہے محروم نہیں رہتا۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ کی برکت

ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ سات مرتبہ پڑھ لیجیے۔ حدیث میں وعدہ ہے کہ اس سے نیک کام کرنے کی اور بُرے کام سے بچنے کی توفیق کا خزانہ اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر نماز کے بعد سات مرتبہ اس کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کرلیجیے کہ اے خدا! اس کی برکت سے نیک کام کرنے کی توفیق اور بُرے کام سے بچنے کا خزانہ بخشش کردیجیے۔

---

۹۰ مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۶/۵ (۲۳۰۳)، باب ثواب التسبیح والتحمید والتکبیر والتہلیل، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

ذکر اللہ کو اپنا اصلی کام سمجھو

(از افادات حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ)

فرمایا کہ اگر ذکر اللہ کو اپنا اصلی کام سمجھ لو تو جو کام اس میں مخل ہو گا اس سے جی گھبرائے گا اور معاصی سب اس میں مخل ہیں اس لیے ان سب سے نفرت ہو جائے گی پھر رفتہ رفتہ فضول مباحات سے بھی نفرت ہونے لگے گی۔

درود شریف

درود شریف کی اہمیت اور لفظ درود کے معانی

ارشاد فرمایا کہ درود شریف کی اہمیت اِس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا[۹۱]

بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقِ عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو جائے)۔ (بیان القرآن)

اِس کی تفسیر میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا رحمت بھیجنا تو رحمت فرمانا ہے اور مراد اِس سے رحمتِ مشترکہ نہیں ہے کہ اِس سے اختصاصِ مقصود ثابت نہیں ہوتا بلکہ رحمت خاصہ ہے جو آپ کی شانِ عالی کے مناسب ہے اور فرشتوں کا رحمت بھیجنا اور اِسی طرح جس رحمت کے بھیجنے کا ہم کو (مسلمانوں کو) حکم ہے اِس سے مراد اُس رحمتِ خاصّہ کی دُعا کرنا ہے اور اسی کو ہمارے محاورہ میں درود کہتے ہیں۔

۹۱؎ الاحزاب:۵۶

اس آیت کا عاشقانہ ترجمہ میں یہ کرتا ہوں کہ ”اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتے ہیں، اے مسلمانو! تم بھی میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرو۔“ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں اِس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اصل مقصود آیت کا مسلمانوں کو یہ حکم دینا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجا کریں مگر اِس کی تعبیر و بیان میں اِس طرح فرمایا کہ پہلے حق تعالیٰ نے خود اپنا اور اپنے فرشتوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عملِ صلوٰۃ کا ذکر فرمایا، اس کے بعد عام مؤمنین کو اس کا حکم دیا جس میں آپ کے شرف اور عظمت کو اتنا بلند فرمادیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جس کام کا حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے وہ کام ایسا ہے کہ خود حق تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں تو عام مؤمنین جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے شمار ہیں اُن کو تو اِس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہیے اور ایک فائدہ اِس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اِس سے درود و سلام بھیجنے والے مسلمانوں کی ایک بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرمالیا جو کام حق تعالیٰ خود بھی کرتے ہیں اور اُس کے فرشتے بھی (انتھیٰ)۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت صلوٰۃ کی ہے اس سے مراد رحمت نازل کرنا ہے، اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ اُن کا آپ کے لیے دُعا کرنا ہے اور عام مؤمنین کی طرف سے صلوٰۃ کا مفہوم دُعا و مدح و ثناء کا مجموعہ ہے۔

درود شریف کی فضیلت پر بعض احادیثِ مُبارکہ

نشر الطیب میں حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اُس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔[۹۲]

---

۹۲ سنن النسائی: ۱/۱۹۱، باب فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، المکتبۃ القدیمیۃ

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ قرب رکھنے والا وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔[۹۳]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے ملائکہ زمین میں سیاحت کیا کرتے ہیں اور میری اُمت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے۔[۹۴]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔[۹۵]

درود شریف کی ایک عجیب خصوصیت

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت حکیم الامت تھانوی صاحب سے صرف سات برس چھوٹے تھے اور حضرت کے بہت پرانے خلفاء میں سے تھے اور دوسرے خلفاء بھی حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں باادب بیٹھتے تھے، وہ فرماتے تھے کہ صرف درود شریف ایسی عبادت ہے جس میں منہ سے بیک وقت اللہ تعالیٰ کا نام بھی نکلتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی نکلتا ہے، دونوں نام ایک ساتھ نکلتے ہیں، درود شریف کے علاوہ اور کوئی عبادت ایسی نہیں جس میں دونوں نام ساتھ ساتھ نکلیں۔

یارب تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ما ایم میان دو کریم

اے میرے رب! آپ کریم ہیں اور آپ کا نبی بھی کریم ہے، سینکڑوں شکر ہے کہ ہم دو کریم

۹۳ جامع الترمذی: ۱/۱۱۰، باب فضل الصلٰوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید
۹۴ سنن النسائی: ۱/۲۰۳، باب اکثار الصلٰوۃ علَی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، المکتبۃ القدیمیۃ
۹۵ جامع الترمذی: ۲/۱۹۴، باب من ابواب الدعوات، المکتبۃ القدیمیۃ

کے درمیان ہیں، ہماری کشتی پھر کیسے ڈوب سکتی ہے؟ اِس لیے جو فرائض و واجبات و سُنَّتِ مؤکدہ ادا کرتا رہے، گناہوں سے بچتا رہے اور صرف درود شریف کثرت سے پڑھتا رہے اُس کی مغفرت کی ضمانت ہے۔ ارے محبت بھی تو کوئی چیز ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو عین ایمان ہے۔

درود شریف پڑھنے کا ایک دل نشین طریقہ

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب درود شریف پڑھو تو سوچو کہ میں روضۂ مبارک کے سامنے ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کی جو بارش ہو رہی ہے اُس کے کچھ چھینٹے مجھ پر بھی پڑ رہے ہیں۔ اِس تصور سے درود شریف پڑھیے پھر دیکھیے کیسا مزہ آتا ہے۔ درود شریف ایسی عبادت ہے جس میں منہ سے بیک وقت اللہ تعالیٰ کا نام بھی نکلے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی نکلے۔ اللہ و رسول دونوں جس عبادت میں جمع ہو جائیں اُس کا کیا کہنا ہے کہ اللہ بھی راضی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی راضی۔

صَلٰوۃُ تُنَجِّیۡنَا پڑھنے کی تلقین

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ نے سنایا تھا کہ حکیم الامّت مجدد الملّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے (یعنی حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو) لکھا کہ سترّ مرتبہ صَلٰوۃُ تُنَجِّیۡنَا پڑھ لیا کرو۔ اس وقت حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جون پور میں پڑھاتے تھے۔ تو حضرت نے حضرت حکیم الامت کو لکھا کہ میں تو سولہ سبق پڑھاتا ہوں، بالکل ہی تھک جاتا ہوں۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ اچھا اگر سترّ مرتبہ نہیں پڑھ سکتے تو آپ سات مرتبہ پڑھ لیا کریں اور ایک پر دس کا وعدہ ہے۔ فَلَہٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِھَا [۹۶] سات کو دس سے ضرب دو۔ آپ کو سترّ کا ثواب مل جائے گا۔

۹۶؎ الانعام: ۱۶۰

صلوٰۃ علی النبی کی تفسیر

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

حضرت حکیم الامّت مجدد الملّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بیان القرآن میں اس کا یہ ترجمہ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر، اے ایمان والو! تم بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ اللہ تعالیٰ کے رحمت بھیجنے سے مراد نزولِ رحمت ہے اور رحمت بھی مشترکہ نہیں جو اوروں کو بھی حاصل ہے بلکہ رحمتِ خاصّہ مراد ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے مناسب ہے اور جو مخلوق میں کسی اور کو حاصل نہیں اور فرشتوں کا رحمت بھیجنا اور آگے جو مؤمنین کو رحمت بھیجنے کا حکم ہو رہا ہے اس سے مراد اس رحمتِ خاصّہ کی دعا کرنا ہے اور اس کو عرف عام میں ''درود'' کہتے ہیں۔

صلوٰۃ (درود) کے مختلف مطالب

ارشاد فرمایا کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کے درود بھیجنے کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود تک پہنچانا ہے اور وہ مقامِ شفاعت ہے اور فرشتوں کے درود بھیجنے کا مطلب دعا کرنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلندیٔ درجات اور زیادتی مرتبہ کے لیے اور آپ کی اُمّت کے لیے استغفار کرنا ہے اور مؤمنین کے درود کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ساتھ محبت اور آپ کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر موقع اور نسبت کے اعتبار سے صلوٰۃ کے مطالب جدا ہیں۔

درود شریف پڑھنے کی تلقین

ارشاد فرمایا کہ چلتے پھرتے درود شریف کی کثرت رکھو اور خصوصاً دعا سے

پہلے اور بعد میں درود شریف ضرور پڑھو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! تمہاری دعا قبول نہیں ہوتی، معلق رہتی ہے، آسمان کے اوپر بھی نہیں جاتی جب تک تم اپنے نبی پر درود نہیں بھیجو گے۔

اَورادو وظائف

یَا اَللّٰہُ یَا رَحۡمٰنُ یَا رَحِیۡمُ

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا فرمان ہے کہ چلتے پھرتے کثرت سے یَا اَللّٰہُ یَا رَحۡمٰنُ یَا رَحِیۡمُ پڑھتا رہے لیکن اتنا زیادہ نہ پڑھے کہ دماغ گرم ہوجائے بلکہ اپنی طاقت و تحمل کے مناسب پڑھے۔ بس چلتے پھرتے کبھی کبھی کہہ لیا کرے یَا اَللّٰہُ یَا رَحۡمٰنُ یَا رَحِیۡمُ یہ نہیں کہ مشین کی طرح زبان چلے جارہی ہے۔ آج کل قویٰ کمزور ہوگئے ہیں۔ زیادتی وظائف سے دماغوں میں خشکی پیدا ہورہی ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگ پاگل ہوگئے، اس لیے اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کوئی بھی وظیفہ ہو، طاقت سے زیادہ نہ پڑھیں بلکہ کسی مصلح سے مشورہ کرلیں۔

یَا اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ ہر مصیبت سے نجات کے لیے مجرب

ارشاد فرمایا کہ یَا اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ بھی چلتے پھرتے پڑھتا رہے۔ جس کو غصہ کی بیماری ہو۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ کتنی ہی زبردست مصیبت کسی کو ہو، کتنی ہی پریشانی ہو، قرضہ کی ہو یا بیٹی کا رشتہ نہ مل رہا ہو، کوئی دُشمن ستارہا ہو، کوئی بھی مصیبت ہو تو پانچ سو مرتبہ یَا اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ پڑھے، اوّل آخر درود شریف پڑھے۔ ان شاء اللہ! چالیس دن بھی نہیں گزریں گے کہ اس کی مصیبت دور ہوجائے گی اور حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ کہتا ہے یَا اَرۡحَمَ الرّٰحِمِیۡنَ تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ اس کے پاس بھیجتے ہیں جو کہتا ہے کہ اے شخص! ارحم الراحمین اپنی شانِ رحمت سے تیری طرف متوجہ ہیں، بول کیا مانگتا ہے؟ اس وظیفہ سے غصہ بھی ٹھنڈا ہوگا اور دنیاوی کام بھی بنیں گے، مشکلات دور ہوں گی۔

اچھا ۵۰۰ بار نہ بن سکے تو ۱۱۱ دفعہ پڑھ لیں۔ ۱۱۱ دفعہ پڑھنا مشکل ہو تو ۷۰ دفعہ پڑھ لیں۔ ۷۰ دفعہ مشکل ہو تو ۷ دفعہ پڑھ لیں۔ سات دفعہ پڑھنا مشکل ہو تو تین دفعہ پڑھ لیں اور تین دفعہ بھی مشکل ہو تو ایک دفعہ پکارنا بھی خالی نہیں جائے گا۔ اب بتاؤ! اس سے زیادہ اور کیا آسانی ہوگی۔ بہت ہی ظالم ہوگا وہ شخص جو ایک دفعہ کہنے سے بھی کاہلی کرے۔ کتنا نزول ہے، اگر اللہ والوں کی جوتیاں اختر نے نہ اُٹھائی ہوتیں تو اتنا نزول کرنا مشکل تھا۔ پانچ سو سے کم نہ کرتا، لیکن چوں کہ اللہ کے فضل سے بزرگوں کی صحبتیں اُٹھائیں، کان میں ان کی باتیں پڑی ہوئی ہیں۔

بزرگوں کے ارشاد کی روشنی ہی میں یہ پیش کیا ہے کہ پانچ سو مرتبہ نہ سہی تو ۱۱۱ بار سہی۔ ایک سو گیارہ **کَافِیْ** کا ابجد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک **کَافِیْ** ہے۔ ایک سو گیارہ مرتبہ اگر پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ کے نام **کَافِیْ** کا عدد پورا ہوگیا۔ اس کے لیے اللہ کافی ہوجائے گا۔ اور یہ نہ ہو تو سترّ مرتبہ بھی بعض اوراد کا پڑھنا حدیثوں میں آتا ہے اور سات مرتبہ بھی آتا ہے اور کم سے کم تین دفعہ پڑھنا سنّت ہے، اس لیے کم سے کم تین دفعہ تو پڑھ ہی لے سنّت کی نیت سے۔ اور بعض نے **وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ**[۹۷] سات مرتبہ پانی پر دم کرکے پی لیا۔ اس آیت کی برکت سے ان کا غصہ ٹھیک ہوگیا۔ اور درود شریف پڑھنا بھی بہت مفید ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ غصہ کا علاج

ارشاد فرمایا کہ **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** ایک وظیفہ بھی ہے جس سے غصہ میں کمی آجاتی ہے۔ ۲۱ مرتبہ **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** ہر نماز کے بعد پڑھ کر اپنے اُوپر دم کرلے اور کھانا کھانے کے وقت تین تین بار پڑھ کر کھانے پر بھی دم کرلے اور پانی پر بھی دم کرلے۔ اللہ کی شانِ رحمت کا اس پر ظہور ہوجائے گا کیوں کہ مٹی سورج کی شعاعوں سے سفید اور روشن معلوم ہوتی ہے اور جہاں سورج کی شعاع نہیں ہے وہاں تاریک اور بے نور ہوتی ہے۔ اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا آفتاب اس پر اپنی کرن ڈال

۹۷؎ اٰل عمرٰن: ۱۳۴

دے گا۔ رحمت کی کوئی شعاع آجائے گی ان شاء اللہ! اور غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ یہ وظیفہ بزرگوں کا بتایا ہوا ہے۔ جیسا مرض ہو اس کے مناسب اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام انتخاب کرلو۔ حق تعالیٰ کی اسی صفت کا ظہور پڑھنے والے پر ہو جائے گا۔ مثلاً بیمار ہے تو یَا سَلَامُ پڑھے۔ اس پر سلامتی کا ظہور ہو گا۔ مفلس ہے تو یَا مُغْنِیْ پڑھے۔ حق تعالیٰ کی صفت غناء کا ظہور ہو گا۔ اسی طرح اللہ کا نام رحمٰن ورحیم ہے-بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے سے شانِ رحمت کا ظہور ہو گا اور اس کا غیظ وغضب کم ہو جائے گا۔ بے جا غصہ نہیں آئے گا۔

سکونِ قلب کے لیے ایک عظیم الشان ذکر

ارشاد فرمایا کہ استغفار کرنا، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا، معافی مانگنا بہت بڑا ذکر ہے جو اپنے مالک کو راضی کرلے وہ اصلی ذاکر ہے۔ اسی لیے میں نے یہ آیت تلاوت کی کہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اگر توبہ کرکے مالک کو خوش کرلو، معافی مانگ لو تو تمہارے قلب کو چین آئے گا کیوں کہ ذکر سے دل کے چین کا واسطہ اور رابطہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہارے سینہ میں دل ہم نے بنایا ہے لہٰذا اس دل کو چین صرف ہماری یاد ہی سے ملے گا اور نافرمانی اور گناہ سے تم بے چین اور پریشان رہو گے۔ بے چینی کا سبب گناہ ہے لہٰذا اس کا علاج یہی ہے کہ استغفار کرکے تم ہم کو راضی کرلو۔ یہ بہت بڑا ذکر ہے، اس سے بڑا ذکر کیا ہو گا کہ تم اپنے مالک کو راضی کرلو لہٰذا اس آیت کی تلاوت کی یہ وجہ تھی کہ استغفار بہت بڑا ذکر ہے۔اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ جلدی استغفار اور جلدی توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر تم اللہ تعالیٰ کو خوش کردو۔ یہ بہت بڑا ذکر ہے، اس کی برکت سے تم چین وسکون پاجاؤ گے ورنہ کہیں سکون نہیں پاؤ گے۔

ستّر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی فضیلت

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی زیادہ طاقتور ہے تو شیخ سے مشورہ کرکے روزانہ پانچ سو مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھنے کی اجازت لے لے۔ روزانہ پانچ سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے سے پانچ مہینے میں پچھتر ہزار مرتبہ ہو جائے گا پھر اس میں سے پانچ ہزار اسٹاک میں رکھ کر ستر ہزار کا ثواب

کبھی اپنے ابّا کو بخش دو، کبھی امّاں کو بخش دو کیوں کہ مشکوٰۃ کی شرح میں ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جو شخص ستر ہزار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا ثواب کسی کو بخشے گا تو بخشنے والا بھی بخشا جائے گا اور جس کو بخشے گا اس کو بھی بخش دیا جائے گا غَفَرَ اللہُ لِمَنْ قَالَ وَلِمَنْ قِیْلَ لَہٗ[۹۸] یعنی جو پڑھنے والا ہے وہ بھی بخشا جائے گا اور جس کو بخشے گا وہ بھی بخشا جائے گا۔ تو پانچ ماہ میں آپ کے ذکر سے ایک مردے کی مغفرت کا سامان ہو گیا۔ جس وقت یہ پارسل جاتا ہے دوستو! ماں باپ خوشی کے مارے وجد میں آجاتے ہیں کہ آہ! میرے بیٹے نے آج مجھے اتنا بڑا پارسل بھیجا ہے۔ تو آپ کے ذکر نے آپ کو اللہ والا بھی بنایا اور آپ کے مُردوں کی مغفرت کا سامان بھی بنایا، قلب میں نور بھی عطا ہوا اور اللہ سے ملاقات بھی ہوئی کیوں کہ آسمانوں کو پار کر کے ہمارا ذکر اللہ سے ملاقات کرتا ہے۔ تو اگر پانچ سو نہ ہو سکے تو تین سو ہی پڑھ لو، اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو ایک ہی تسبیح پڑھ لو۔ آج کل ضعف کا زمانہ ہے اس لیے میں یہی مشورہ دیتا ہوں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کی ایک ہی تسبیح پڑھو۔ کیوں کہ حدیث میں ہے کہ جو سو مرتبہ روزانہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھے گا اس کا چہرہ قیامت کے دن چاند کی طرح روشن ہو گا۔ اس کی شرح اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالی کہ جب وہ سو مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نور والے اعمال کی توفیق دے گا اور اندھیرے والے اعمال سے بچائے گا یعنی نیکیوں کی توفیق دے گا اور گناہوں سے بچائے گا اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ چاند کی طرح روشن کر دے گا۔ مرنے کے بعد پتا چلے گا کہ وقت کی کیا قیمت ہے۔ تو ایک نسخہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے ذکر کا ہو گیا، اس کے علاوہ استغفار، درود شریف اور اللہ اللہ کی ایک ایک تسبیح پڑھ لو اور ایک پاؤ سپارے کی تلاوت کر لو۔

کثرتِ استغفار دافعِ غم ہے

ارشاد فرمایا کہ جو شخص کثرت سے استغفار کرے گا اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے اس کو نجات دے دیں گے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ تنگی میں پھنسا ہوا ہوں کیا کروں۔ اس کا علاج استغفار ہے وَمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا اور ھَمٍّ سے اللہ تعالیٰ اس کو نجات دیتا ہے اور ھَمٍّ کے معنیٰ کیا ہیں؟

---

۹۸ مرقاۃ المفاتیح: ۳/۳۰۰، باب ما علی المأموم من المتابعۃ وحکم المسبوق، دار الکتب العلمیۃ

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْهَمُّ هُوَ الْحُزْنُ الَّذِيْ يُذِيْبُ الْاِنْسَانَ، هَمْ وہ غم ہے جو انسان کو گھلا دے، وَ الْحُزْنُ لَيْسَ كَذَالِكَ[۹۹] حُزن سے هَمْ زیادہ شدید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ استغفار کی برکت سے اس کو دفع فرمادیتے ہیں۔

اسمائے اعظم مَلِيْكٌ اور مُقْتَدِرٌ کے معانی

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ، فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ[۱۰۰]

اللہ پاک کے دو نام ہیں: مَلِيْكٌ اور مُقْتَدِرٌ۔ مَلِيْكٌ کے معنیٰ کیا ہیں؟ مَلِكٌ اور مَلِيْكٌ میں فرق ہے جبکہ دونوں نام اللہ تعالیٰ کے ہیں مَلِكٌ کے معنیٰ ہیں صاحب مملکت اور مَلِيْكٌ کے معنیٰ ہیں صاحبِ مملکتِ عظیمہ یعنی بہت بڑی مملکت کا مالک۔ اللہ تعالیٰ نے مَلِكٌ بھی فرمایا اور مَلِيْكٌ بھی فرمایا۔ سورۃ القمر میں مَلِيْكٌ اور مُقْتَدِرٌ دو نام نازل کیے۔ اَلْقَادِرُ کے معنیٰ قدرت کا مالک اور مُقْتَدِرٌ کے معنیٰ ہیں قدرتِ عظیمہ کا مالک یعنی بڑی قدرت کا مالک۔ ان دوناموں کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کے اندر اسمِ اعظم چھپا ہے۔ ان دو بزرگ ناموں میں اللہ تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کی شان چھپا رکھی ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ میری دعا قبول ہو تو وہ ان دوناموں کو پڑھ لے يَا مَلِيْكُ يَا مُقْتَدِرُ تو مفسرین لکھتے ہیں کہ اس کی دعا قبول ہوگی۔

تسبیح کا ثبوت

ارشاد فرمایا کہ ایک عرب نے مدینہ منورہ میں مجھ سے کہا کہ میری بیوی میرے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر مجھ سے لڑتی ہے کہ تسبیح کا ثبوت صحابہ کے زمانہ میں نہیں ملتا۔ میں نے کہا کہ جاؤ اپنی بیوی سے کہہ دینا کہ صحابی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے عمل سے تسبیح پڑھنا ثابت ہے اور ملا علی قاری کی عبارت شرح مشکوٰۃ سے پیش کر دینا:

---

[۹۹] مرقاۃ المفاتیح: ۵/۲۱۷، باب الدعوات فی الصفات، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

[۱۰۰] القمر: ۵۴-۵۵

كَانَ لِاَبِیْ هُرَيْرَةَ خَيْطٌ فِيْهِ عُقَدٌ كَثِيْرَةٌ يُسَبِّحُ بِهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں چھوٹی چھوٹی گرہیں تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ المسمیٰ بالمرقاۃ میں فیصلہ لکھتے ہیں:

فِيْهِ جَوَازُ عَدِّ الْاَذْكَارِ وَمَاْخَذِ سُبْحَةِ الْاَبْرَارِ[۱۰۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے ذکر کو شمار کرنے کے جواز کا ثبوت مل گیا اور یہی نیک بندوں کے تسبیح پڑھنے کا ماخذ اور ثبوت ہے۔ یہ سن کر وہ عرب بہت زیادہ خوش ہو گیا۔

اللہ سے محبتِ شدیدہ پیدا ہونے کا وظیفہ

ایک صاحب نے لکھا کہ بندہ کو وظائف پڑھنے کا بہت شوق ہے، بندہ کے لیے کچھ وظائف تجویز فرمادیں تاکہ عمل کرنا آسان ہو جائے۔ اور اللہ رب العزت کی محبتِ شدیدہ پیدا ہو جائے۔ اور ایسا وظیفہ بتادیجیے کہ جس کو ہر وقت پڑھتا رہوں۔

جواب میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۱۰۰/ بار، اللہ اللہ ۱۰۰/ بار، استغفار ۱۰۰/ بار، درود شریف ۱۰۰/ بار، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے۔ تلاوت کلام پاک ایک یا آدھا پارہ۔ ہر وقت پڑھنے کو اب اس زمانے میں وظائف نہیں بتائے جاتے۔ سب سے بڑا وظیفہ گناہوں سے بچنا ہے، خصوصاً نگاہوں کی حفاظت۔ اس میں جان کی بازی لگادیں۔ ذکر میں تو مزہ آتا ہے لیکن گناہ سے بچنے میں دل کا خون ہوتا ہے۔ اس لیے یہ ذکرِ عملی ذکرِ لسانی سے زیادہ مشکل اور زیادہ مفید ہے اور ولی اللہ بنانے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ[۱۰۲] اللہ کے ولی صرف متقی لوگ ہی ہیں۔

اطمینانِ قلب کے لیے وظیفہ

ایک طالبہ نے لکھا کہ اطمینان قلب کے لیے کوئی ورد تجویز کر دیں۔

---

[۱۰۱] مرقاۃ المفاتیح:۲۲۷/۵،باب ثواب التسبیح والتحمید،دار الكتب العلمية،بيروت

[۱۰۲] الانفال:۳۴

حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ یَا جَامِعُ ایک سو گیارہ مرتبہ اوّل و آخر درود شریف روزانہ پڑھیں۔

دنیوی پریشانیوں کا علاج

ایک طالب علم نے اپنے خط میں پڑھائی کی مصروفیات کی زیادتی سے بعض دنوں میں ذکر کا ناغہ ہو جانے اور بعض دنیوی پریشانیوں کا ذکر کیا۔ جواب میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ ہے۔ جب بہت مجبوری اور مشغولی ہو تو ایک تسبیح اللہ اللہ، ایک تسبیح درود شریف اور ایک تسبیح لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ درمیان درمیان پورا کلمہ مع صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر بے فکر ہو جائیں۔ بوقت عدیم الفرصتی اتنی غذائے روحانی بھی قلب کو نور سے بھر دے گی۔ معمولات کی ادائیگی کو اپنی زندگی کا سہارا سمجھیں اور تعلق مع اللہ اور رضائے الٰہی کی دولت کو اپنا قیمتی سرمایہ سمجھیں، باقی سب ایام و لیالی فانی ہی فانی ہیں۔

وہ مرے لمحات جو گزرے خدا کی یاد میں
بس وہی لمحات میری زیست کا حاصل رہے

اسمائے حسنیٰ کی برکات

ارشاد فرمایا کہ بجلی کا بٹن دبانے سے بلب سے روشنی کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ پکارنے سے اس صفت کا بندہ پر ظہور ہوتا ہے۔ پس یَا حَلِیْمُ یَا کَرِیْمُ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةْ کا نعرہ خاص توجہ اور استحضار کے ساتھ بلند کرتے رہنے سے ان صفات کا ظہور ہوگا۔ حلیم سے حق تعالیٰ کی صفتِ حِلم کا ظہور ہوگا اور انتقام نہ لیا جائے گا اور کریم کہنے سے صفتِ کرم کا ظہور ہوگا اور دیے ہوئے انعامات نہ چھینے جائیں گے بلکہ اضافہ ہوگا اور وَاسِعَ الْمَغْفِرَةْ سے عظیم ترین معاصی بھی عفو ہو جائیں گے۔

ایک خاص ذکر واردِ قلبی از عالمِ غیب

ارشاد فرمایا کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ چلتے پھرتے کیا پڑھا کریں تو اللہ تعالیٰ نے

میرے قلب کو اپنی رحمت سے ایک خاص وِرد عطا فرمایا اور میرے بزرگوں نے اس کی تصدیق بھی فرمائی۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وقتاً فوقتاً کثرت سے لیکن بقدرِ تحمل یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ کا وِرد رکھیں اور یَا اَللّٰہُ کے ساتھ ایک بار جَلَّ جَلَالُہٗ کہہ دیں۔ ایک مجلس میں جب اللہ کا نامِ پاک آئے تو ایک بار جَلَّ جَلَالُہٗ کہنا واجب ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک آئے تو ایک بار درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ پس صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ایک مرتبہ کہہ لیں واجب ادا ہو جائے گا۔

یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ کی برکات

ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ شریف میں تین نام اَللّٰہ، اَلرَّحْمٰن، اَلرَّحِیْم نازل ہوئے اور قرآنِ پاک کا آغاز ان ہی ناموں سے ہوا جو ان کو پڑھے گا اس کو کوئی مشکل نہیں رہے گی۔ ہندوستان کے شہر الٰہ آباد میں ایک صاحب کی فیکٹری میں یونین کے مزدوروں نے بغاوت کر دی، وہ مالک کو گالیاں دیتے تھے۔ میرے مربی اوّل حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تین نام پڑھتے رہو یَا اَللّٰہُ، یَا رَحْمٰنُ، یَا رَحِیْمُ کچھ دن کے بعد ساری یونین کا زور ٹوٹ گیا، گالیوں کے بجائے شکریہ ادا کرنے لگے اور ساری پریشانی دور ہو گئی اس کے بعد ایک اور اضافہ کر لیجیے اور کبھی کبھی یہ چار نام یَا مَالِکُ یَا کَرِیْمُ یَا مُغْنِیُ یَا صَمَدُ بھی ملا لیا کریں۔

یَا مَالِکُ کی شرح

ارشاد فرمایا کہ یَا مَالِکُ کہنے سے کیا ملے گا؟ یَا مَالِکُ کہہ کر آپ نے اپنی مملوکیت کو تسلیم کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے دیکھ لیا کہ میرا بندہ مجھے مالک سمجھتا ہے اور اپنی مملوکیت کا اعتراف کر رہا ہے کہ میں آپ کا مملوک ہوں، آپ کے علاوہ میں کسی کا نہیں، اپنے آپ کا بھی نہیں، اپنے نفس کا بھی نہیں، ان حسینوں کا بھی نہیں۔ تو یَا مَالِکُ کہنے سے اپنی مملوکیت کا احساس ہو گا۔ ہم تو ان کی ملکیت میں ہیں ہی لیکن یَا مَالِکُ کہہ کر ہم اقراری مملوک ہو جائیں گے کہ ہم نے اللہ کی مالکیت اور اپنی مملوکیت کو تسلیم کر لیا اور ہماری ملکیت اعترافی و اقراری ہو گئی اور ہر مالک

اپنی ملکیت کی حفاظت کرتا ہے، تو یَا مَالِکُ کہنے سے ہر بلا سے اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

یَا کَرِیْمُ کی شرح

ارشاد فرمایا کہ جو یَا کَرِیْمُ کا ورد رکھے گا، نالائقی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے محروم نہیں رہے گا۔ کریم کے چار معنیٰ ہیں:

۱) اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَالْمِنَّةِ، جو ہمارے گناہ گار ہونے کے باوجود ہم کو محروم نہ فرمائے۔

۲) اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا بِدُوْنِ مَسْئَلَةٍ وَّلَا سُؤَالٍ جو بغیر مانگے بھی دے دے۔

۳) اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا وَلَا یَخَافُ نَفَادَ مَاعِنْدَہٗ جو بے حد اور بے پایاں عطا فرمادے اور اپنے خزانوں کے ختم ہونے کا اس کو خوف نہ ہو۔

۴) اور کریم کی چوتھی تعریف ہے اَلَّذِیْ یَتَفَضَّلُ عَلَیْنَا فَوْقَ مَا نَتَمَنّٰی بِہٖ[۱۰۳] جو ہماری امیدوں سے زیادہ ہم کو دے۔

یَا مُغْنِیْ کی شرح

ارشاد فرمایا کہ یَا مَالِکُ یَا کَرِیْمُ کی شرح ہوگئی اب آگے ہے یَا مُغْنِیْ اے غنی اور مال دار کرنے والے! یہاں غِناء کے تین معنیٰ ہیں:

۱) ہمارے دل کو حسینوں سے مستغنی کردے، خواہ مخواہ لالچ میں پاگل کی طرح ہم نہ رہیں، دل میں بس مولیٰ رہے، یَا مُغْنِیْ کے معنیٰ ہیں اے غنی کرنے والے، اے مستغنی کرنے والے غیر اللہ سے! یہ ایک تعریف ہوگئی۔

۲) دنیا بھی اتنی دے کہ ہمارے پاس مال و دولت رہے، غریبی نہ آئے، کسی کے محتاج نہ ہوں، ہاتھ میں مال ہو، کسی کا قرضہ نہ ہو۔

۱۰۳؎ مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۲/۳، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

۳) ہم کو نیکیوں کا مال دار بنادے یعنی ہمارے نفس کو ثواب سے غنی کردے، عبادت کے انوار جمع کرنے کی توفیق دے کہ خوب ہم اللہ کو یاد کریں تاکہ ہم آخرت کے بھی رئیس وامیر ہوں۔

یَا صَمَدُ کی شرح

ارشاد فرمایا کہ یَا صَمَدُ کی تشریح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ، صمد وہ ہے جو سارے عالم سے بے نیاز ہو وَالْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ[۱۰۴] اور سارا عالم اس کا محتاج ہو۔ اس اسمِ مبارک کی برکت سے مرتے دم تک محتاج نہیں ہوگے، اپنی بیوی سے بھی نہیں کہوگے کہ ذرا لیٹرین تک لے چلو، اس کی برکت سے ان شاء اللہ! مخلوق کے محتاج نہیں ہوگے، شانِ صمدیت سے اتنا حصہ مل جائے گا کہ ہم پورے عالم سے مستغنی رہیں گے۔ صمد کے معنیٰ سمجھنے کے لیے یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام کے معنیٰ سمجھنا ضروری ہیں، یَا ذَاالْجَلَالِ اَیْ یَا صَاحِبَ الْاِسْتِغْنَآءِ الْمُطْلَقِ جو سارے عالم سے بے نیاز ہو، کسی کا محتاج نہ ہو، یعنی اے اللہ آپ مکمل مستغنی اور بے نیاز ہیں۔ وَالْاِکْرَام کے معنیٰ دیکھو کیسے پیارے ہیں اَیْ یَا صَاحِبَ الْفَیْضِ الْعَام دیکھیے! دونوں ناموں میں ایک خاص ربط ہے۔ یہاں اس کا خدشہ تھا کہ ذُو الْجَلَالِ سے میرے بندے کہیں میری رحمت سے ناامید نہ ہوجائیں اس لیے وَالْاِکْرَام فرماکر اس خطرہ کو زائل فرمادیا کہ میں سارے عالم سے بے نیاز تو ہوں لیکن وَالْاِکْرَام بھی ہوں یعنی صَاحِبُ الْفَیْضِ الْعَام[۱۰۵] بھی ہوں کہ سارے عالم پر میرا فیض عام ہے، سارے عالم پر رحمت کی بارش کرتا ہوں۔ اللہ کے چار ناموں کی شرح ہوگئی، وقتاً فوقتاً ان کا وِرد رکھیں، ان شاء اللہ! نفع عظیم ہوگا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کن مواقع پر پڑھنا سنت ہے؟

ارشاد فرمایا کہ جب چراغ بجھ جاتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّا لِلّٰہِ پڑھتے تھے۔ کانٹا چبھ جائے، جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے یا چراغ بجھ جائے ان سب مواقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنا ثابت ہے۔

---

[۱۰۴] روح المعانی: ۲۷۴/۳۰، الاخلاص (۲)، دار احیاء التراث، بیروت

[۱۰۵] روح المعانی: ۱۰۹/۲۷، الرحمٰن (۲۷)، دار احیاء التراث، بیروت

علامہ آلوسی سید محمود بغدادی نے اپنی کتاب تفسیر روح المعانی میں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کی تفسیر میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے:

كُلُّ مَا يُؤْذِي الْمُؤْمِنَ فَهُوَ مُصِيْبَةٌ لَّهٗ وَ اَجْرٌ[۱۰۶]

ہر وہ چیز جس سے مؤمن کو تکلیف پہنچے مصیبت ہے اور اس پر مؤمن کے لیے اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کو جب کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھ لے۔ آج کل تو لوگ موت پر ہی اِنَّا لِلّٰہِ پڑھتے ہیں، اگر کسی اور موقع پر کسی نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ لیا تو سب گھبرا جاتے ہیں کہ بھئی کس کا انتقال ہو گیا۔ حالاں کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ جو بات مؤمن کو تکلیف دے وہ مصیبت ہے اور اس پر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنا سنت ہے۔

ایک خاص وظیفہ

ارشاد فرمایا کہ ایک وظیفہ بتاتا ہوں اگر کوئی مقروض ہو، کسی کی بیٹی کا رشتہ نہ مل رہا ہو، کسی پر قرض ہے، کوئی روپیہ لے کر بھاگ گیا یا پیسہ نہیں دے رہا ہے تو میں ایک وظیفہ بہت زبردست تجربہ کا بتاتا ہوں جس نے پڑھا ہے الحمد للہ کامیاب ہوا ہے یَا صَمَدُ، یَا عَزِیۡزُ، یَا مُغۡنِیۡ، یَا نَاصِرُ اللہ تعالیٰ کے ان چار ناموں کو کثرت سے پڑھے۔

شوہر کا دل نرم کرنے کا وظیفہ

ارشاد فرمایا کہ اگر شوہر تمہیں ستاتا ہے، غصہ والا ہے، ذرا ذرا سی بات پر ڈانٹ لگاتا ہے تو ماں باپ سے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا، سوائے اِس کے کہ ماں باپ مقدمہ کر دیں گے، طلاق کی نوبت آجائے گی، تمہارا گھر برباد ہو جائے گا۔ بچے بھی چھوٹ جائیں گے، لہٰذا میں آپ کو ایک وظیفہ بتاتا ہوں کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سات (۷) مرتبہ پڑھ کر پانی پر دَم کر لو اور جب ہنڈیا پکاؤ تو اسی پانی سے پکاؤ اور پینے کے پانی پر بھی دَم کر دو۔ ان شاء اللہ! سارا گھر شانِ رحمت والا ہو جائے گا، غصہ کی بیماری نکل جائے گی۔

---

۱۰۶ روح المعانی: ۲/۲۳، البقرة (۱۵۶)، دار احیاء التراث، بیروت

دل کی پریشانی کے لیے وظیفہ

ارشاد فرمایا کہ اگر دل میں سختی محسوس ہو یا روحانی قبض کی کیفیت ہو تو اوّل آخر درود شریف ۳۳ مرتبہ اور پھر تین سو ساٹھ مرتبہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تین دن تک پڑھے۔

پریشانی کے لیے اہم وظیفہ

ارشاد فرمایا کہ اگر بہت زیادہ پریشانی ہو یا جھوٹا مقدمہ ہو تو قصیدہ بردہ کا یہ شعر ایک ہزار مرتبہ پڑھے؎

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
لِکُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

بقول شاعر؎

ذاکر کو وساوس سے بھی ہو جاتا ہے خلجان
غافل کو گناہوں پہ ندامت نہیں ہوتی

❁ ❁ ❁ ❁

اشکوں کی بلندی

خداوندا مجھے توفیق دے دے
فدا کردوں میں تجھ پر اپنی جاں کو

گنہگاروں کے اشکوں کی بلندی
کہاں حاصل ہے اختؔر کہکشاں کو

اختؔر

معمولات برائے سالکین

۱)... تلاوتِ قرآن پاک... ایک پارہ۔ ۲)... مناجات مقبول... ایک منزل۔ ۳)... ہر عمل میں سنت کی اتباع۔ ۴)...لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ... سوبار۔

لَآ اِلٰہَ پر ہلکا سا دھیان کریں کہ میری لَآ اِلٰہَ عرشِ اعظم تک پہنچ گئی اور اِلَّا اللّٰہُ پر سوچیں کہ اللہ کا نور میرے دل میں داخل ہو رہا ہے، نور کا ایک ستون عرش سے میرے دل تک لگا ہوا ہے جس سے نور آرہا ہے، ہلکا سا دھیان کافی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اللہ میں کوئی حجاب اور پردہ نہیں ہے۔

۵)... اَللّٰہُ اَللّٰہُ ... سوبار۔ پہلے اللہ پر جل جلالہٗ کہنا واجب ہے یہ سوچیں کہ ایک زبان منہ میں ہے اور ایک زبان دل میں ہے زبان اور دل دونوں سے اللہ نکل رہا ہے، ہلکا دھیان کافی ہے دماغ پر زیادہ زور نہ ڈالیں۔ ۶)... استغفار ایک سوبار (۷) درود شریف ایک سو بار۔

۸)... بہشتی زیور کا ساتواں حصہ اور احقر کی کتاب "روح کی بیماریاں اور ان کا علاج" کا مطالعہ۔

نوٹ: تحمل سے زیادہ وظائف پڑھنا سخت مضر ہے۔ لہٰذا جب تھکاوٹ محسوس ہو فوراً وظیفہ بند کردیں اور جس قدر آسانی سے وظیفہ پڑھیں اتنا ہی کافی ہے۔ اور چھ گھنٹہ سونا (دن رات میں ملا کر) ضروری ہے، نیند کم ہو تو فوراً طبیب سے رجوع کریں اور وظیفہ ملتوی کریں ورنہ خشکی بڑھ جائے گی۔

معمولات برائے خواتین

۱)... تلاوتِ قرآن پاک... ایک پارہ۔ ۲) ...مناجات مقبول... ایک منزل۔ ۳)...ہر عمل میں سنت کی اتباع۔ ۴)...سُبْحَانَ اللّٰہِ ... تین سوبار۔ ۵)...لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ... سوبار۔ لَآ اِلٰہَ پر ہلکا سا دھیان کریں کہ میری لَآ اِلٰہَ عرش اعظم تک پہنچ گئی اور اِلَّا اللّٰہُ پر سوچیں کہ اللہ کا نور میرے دل میں داخل ہو رہا ہے نور کا ایک ستون عرش سے میرے دل تک لگا ہوا ہے جس سے نور آرہا ہے، ہلکا سا دھیان کافی ہے۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہُ لَیْسَ لَھَا حِجَابٌ دُوْنَ اللہِ یعنی لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور اللہ میں کوئی حجاب اور پردہ نہیں ہے۔ ۶)... استغفار ایک سوبار۔ ۷)... درود شریف ایک سوبار۔ ۸)... بہشتی زیور کا ساتواں حصہ اور احقر کی کتاب ''روح کی بیماریاں اور ان کا علاج'' کا مطالعہ۔ ۹)... بہشتی زیور کے چوتھے حصے میں ''میاں کے ساتھ نباہ کا طریقہ'' کا مطالعہ۔

نوٹ: تحمل سے زیادہ وظائف پڑھنا سخت مضر ہے لہٰذا جب تھکاوٹ محسوس ہو فوراً وظیفہ بند کردیں اور جس قدر آسانی سے وظیفہ پڑھیں اتنا ہی کافی ہے۔ اور چھ گھنٹہ سونا (دن رات میں ملا کر) ضروری ہے، نیند کم ہو تو فوراً طبیب سے رجوع کریں اور وظیفہ ملتوی کریں ورنہ خشکی بڑھ جائے گی۔

ضروری انتباہ

جس طرح خمیرہ مروارید کا پورا فائدہ اس شخص پر مرتب ہوتا ہے جو زہر کھانے سے احتیاط کرتا ہے، اسی طرح ان فضائل کا مکمل نفع ان ہی کو ہوتا ہے جو گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اگر کبھی احیاناً خطا ہوگئی تو فوراً استغفار و توبہ سے اس کی تلافی کرتے ہیں۔ لہٰذا ان اوراد و وظائف کے نفع کامل کے لیے گناہوں سے بچنے کا اہتمام ضروری ہے۔

منجانب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یاد میں تیری سب کو بھلادوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹادوں خانۂ دل آباد رہے

سب خوشیوں کو آگ لگادوں غم سے تیرے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے

اب تو رہے بس تادمِ آخر وردِ زباں اے میرے اللہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

ماخذ و مصادر

خزائنِ شریعت و طریقت
خزائنِ معرفت و محبت
فیوضِ ربانی
الطافِ ربانی
افضالِ ربانی
انعاماتِ ربانی
عنایاتِ ربانی
عطائے ربانی
آفتاب نسبت مع اللہ
ارشاداتِ دردِ دل
باتیں ان کی یاد رہیں گی
پردیس میں تذکرۂ وطن
سفر نامہ حرمین شریفین
سفر نامہ رنگون وڈھاکہ
سفر نامہ لاہور
معارفِ ربانی
دستورِ تزکیۂ نفس
ذکرِ رفتگاں
روح کی بیماریاں اور ان کا علاج (مکمل)
کشکولِ معرفت
معمولاتِ صبح و شام
تربیتِ عاشقانِ خدا (حصہ اوّل)
تربیتِ عاشقانِ خدا (حصہ دوم)
تربیت عاشقان خدا (حصہ سوم)

استغفار کے ثمرات
فضائلِ توبہ
تعلق مع اللہ
علاج الغضب
علاج کبر
منازلِ سلوک
تجلیاتِ جذب
تزکیۂ نفس
فیضانِ محبت
ذکر اللہ اور اطمینانِ قلب
نورِ ہدایت اور اس کی علامات۔ حصہ اوّل و دوم
انوارِ حرم
ولی اللہ بننے کے پانچ نسخے
لذّتِ ذکر اور لطفِ ترکِ گناہ
ہم کس کو ملتے ہیں اور ہم کو کون پاتا ہے
عظمتِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم
تقریر ختم قرآن و بخاری شریف
تعلیم و تزکیہ کی اہمیت
اصلی پیری مریدی کیا ہے

اُمورِ عشرہ برائے اصلاحِ معاشرہ

از محی السنۃ حضرتِ اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاء اللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا۔ اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بد نگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاقِ ذمیمہ (برے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص وطمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائل تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قرأت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقے کو سیکھنا۔ نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کر کے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقے پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلامِ پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعدِ اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں۔ نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہورہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہوگا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ مؤکدہ، سُنتِ غیر مؤکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

❖❖❖❖

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنّت کے راستے
اللہ جل جلالہ سے مِلاتے ہیں سُنّت کے راستے

قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں ذکر کے بے شمار فضائل وارد ہوئے ہیں۔ ذکر اللہ ایسی عبادت ہے جو ہر وقت اور ہر حالت میں کی جاسکتی ہے۔ ذکر اللہ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ باریک سے باریک گناہ نظر آنے لگیں، موٹے موٹے گناہ کا علم تو ہر شخص کو ہوتا ہے حتیٰ کہ خود گناہ گار بھی جانتا ہے کہ یہ گناہ ہے، کمال تو یہ ہے کہ باریک باریک گناہ نظر آنے لگیں اور ان سے بچنے کا اہتمام طبیعت میں پیدا ہوجائے۔ اصل ذکر یہی ہے کہ اللہ کو ایک لمحہ بھی ناراض نہ کیا جائے۔ اگر یہ مرتبہ حاصل ہوگیا تو ذکر کا مقصد حاصل ہوگیا۔

زیر نظر کتاب ''ذکر اللہ کے ثمرات'' میں شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف کتب اور تالیفات سے اخذ شدہ ملفوظات کو منتخب کر کے اکٹھا کیا گیا ہے۔ حضرت اقدس نے جس درد بھرے عاشقانہ دل سے ذکر اللہ سے متعلق بیانات ارشاد فرمائے ہیں وہ آپ ہی کا خاصہ ہے۔ اس کتاب میں حضرت اقدس کے بیان کردہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ذکر اللہ کی اہمیت اور اس کے فوائد مختلف عنوانات کے تحت ترتیب دے کر شائع کیے جارہے ہیں۔

ناشر